ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان

ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
ستمبر ۱۹۹۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انہ سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلہم یزعم انہ نبی

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

تحقیق عنقریب میری اُمت میں تیس کذاب
دجّال ہوں گے اور اُن میں سے ہر ایک گمان کرے گا
کہ وہ نبی ہے۔
میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔
(الحدیث)

افکارِ احرار

میں محسوس کر رہا ہوں کہ انگریز اب اس ملک میں زیادہ عرصہ نہیں ٹھیر سکتا۔ اس کا تختِ اقتدار مجھے ڈولتا ہوا نظر آرہا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہندو بنیا بھی اپنے ناپاک عزائم سمیت ہمارے وطن سے رخصت ہورہا ہے۔

اے مسلمانانِ عزیز!

اب وقت آگیا ہے کہ تم اپنے آپ کو سنبھالو۔ دینی اقدار کی پاسداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھو اور ایک من اجلے مسلماں کی طرح ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کا لحاظ کرو ۔ آزادی کی منزل تمہارے دروازوں پر آکر دستک دے رہی ہے لیکن آزادی کے جانفزا لمحات سے ہمکنار ہونے سے پہلے اگر تمہاری حالت نہ بدلی تو پھر شاید تم کبھی امن و سکون، شرافت و دیانت، اخوت و محبت اور عدل و رواداری ایسی بے بہا نعمتوں کو بھی حاصل نہ کرسکو گے۔ آزادی تو مل کر رہے گی لیکن تمہارے اپنے افعال کی بدولت شرم و حیا، سچائی و راست بازی، ادب واحترام اور غیرتِ دینی آہستہ آہستہ تم سے دور ہوتی چلی جائیگی۔

یہی جاگیر دار و سرمایہ دار پھر تمہارے حاکم ہوں گے۔ جنہوں نے فرنگی کی غلامی کا عرصہ طویل تر کرنے میں اپنا غدارانہ رول ادا، کیا اور مربعے اور جاگیروں کا عوضانہ وصول کیا ہے۔

عزیزانِ من!

یہ غفلت کا وقت نہیں بلکہ اپنے آپ کو چار چول چوکس اور باخبر رکھنا ضروری ہے تاکہ دشمن اپنی سازش میں کامیاب نہ ہونے پائے۔ اپنے تمام تر فروعی اختلافات پسِ پشت ڈال کر انگریز اور اس کی معنوی اولاد کے تمام عزائم خاک میں ملادو۔ یہ تبھی ممکن ہے جب تمہارا دل مؤمن اور روح مسلمان ہو گی"

حضرت مولانا محمد گل شیر شہید

اقتباسِ خطاب ۱۹۴۴ء

از مولانا محمد گل شیر شہید

سوانح و خدمات (صفحہ ۲۴۷-۲۴۸)

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

Regd No. L - 8755

ربیع الاوّل ۱۴۱۳ھ ستمبر ۱۹۹۲ء جلد ۳ شمارہ ۹ قیمت فی پرچہ =/۶ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلّہ
حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلّہ

مجلسِ ادارت

رئیس التحریر:

سیّد عطاء المحسن بخاری

مُدیر مسئول:

سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلّہ
حکیم محمود احمد ظفر مدظلّہ
ذوالکفل بخاری ◎ قمرالحسنین
خادم حسین ◎ ابوسفیان تائب
محمد عمر فاروق ◎ عبداللطیف خالد
حُرّ آغائی ◎ دیدہ ور

زرِ تعاون سالانہ

◎ اندرونِ ملک =/۶۰ روپے ◎ بیرونِ ملک =/۵۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

خط و کتابت: دارِ بنی ھاشم — مہربان کالونی — ملتان — فون ۲۸۱۳۷

برائے تحفظِ ختمِ نبوّۃ [شعبۂ تبلیغ] عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز مقام اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان

آئینہ

دل کی بات	مدیر	۳
قومی اسمبلی میں معرکۂ ایمان و الحاد	قمر الحسنین	۵
اللہ رے خاکِ پاکِ مدینہ کی آبرو	علامہ محمد اقبال رح	۷
نعت	پروفیسر اسلم انصاری	۹
تحریک اسلامی انقلاب	مولانا محمد اسحٰق سندیلوی مدظلہٗ	۱۰
تابعین کرام کی باتیں	ادارہ	۱۸
آیت استخلاف کی روشنی میں ایک من گھڑت حقیقت	مولانا سعید الرحمٰن علوی	۱۹
آزر کون ؟	مولانا مفتی منظور احمد تونسوی	۲۹
گاہے گاہے باز خواں	محترم مرزا محمد حسن چغتائی رح	۳۵
کشفِ سبائیت	مولانا ابو ریحان مدظلہ	۴۰
عرفانیات	مولانا عبد الکریم صاحب صابر	۵۵
ترانۂ احرار	علامہ طالوت رح	۵۶
گلبشیر	سید عطاء المحسن بخاری	۵۸
عہد ساز قیادت	ادارہ	۵۹
کچھ کر لو نوجوانو !	پروفیسر محمد اکرام تائب	۶۰
سیرت کانفرنس	حبیب اللہ چیمہ	۶۱
چمن چمن اجالا	حبیب اللہ رشیدی	۶۲

دل کی بات

وطن عزیز پھر سیاسی اتحادوں کی زد میں ہے۔ نوابزادہ نصر اللہ خان صاحب نے پی۔ ڈی۔ اے، آئی۔ جے۔ آئی اور اسلامی جمہوری محاذ سے بچی کچھی ریزگاری اکٹھی کر کے اپنی تجوری میں بند کرلی ہے تاکہ بوقت ضرورت کام آسکے۔ ماضی میں ہر حکومت کے خلاف اتحاد بنتے اور ٹوٹتے رہے لیکن ان اتحادوں نے ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ جن حکومتوں کے خلاف یہ اتحاد بنتے رہے اگر وہ کرپٹ تھیں تو اتحاد میں شامل لوگ بھی ملک سے مخلص نہیں تھے۔ بلکہ ان اتحادوں میں اکثریت ایسی جماعتوں کی رہی جن کے قائدین کارکنوں کے بغیر اپنے آپکو ملک گیر جماعت تصور کرتے رہے۔ آج بھی کچھ ایسی ہی صورت حال ہے۔ اگر حکومت کے کل پرزے لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کئے ہوئے ہیں تو سیاسی جماعتیں بھی کوئی مثبت کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ ایک ہی خاندان کے افراد دونوں طرف برابر شریک ہیں ملکی مفاد کسی کو عزیز نہیں قوم کی بہتری مقصود ہے تو دونوں کو ملکی سیاست میں مثبت کردار ادا کرنا ہوگا۔ ورنہ حالات جس تیزی سے بدل رہے ہیں وہ روشن مستقبل کا پتہ نہیں دیتے۔

نواز شریف کی مسلم لیگی حکومت کا معاملہ پیپلز پارٹی سے یکسر مختلف ہے کہ انہوں نے نفاذ اسلام کا نعرہ لگا کر اقتدار حاصل کیا ہے۔ لیکن اپنے عمل سے مسلسل اس مقصد کی تردید کر رہے ہیں۔ وزیر اعظم نفاذ اسلام کی بات کرتے ہیں تو ان کے ایک وزیر سردار آصف احمد علی شرعی عدالتوں کو اپنے راستے کی رکاوٹ قرار دیتے ہیں، سود کو حلال قرار دیتے ہیں۔ جبکہ اس بات پر انہیں کسی نے ٹوکا نہ روکا۔ اس طرز عمل کو منافقت کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا جن حکمرانوں کی تمام زندگی دین کے خلاف ہو ان سے نفاذ دین کی توقعات وابستہ کرنے والوں کو احمق ہی کہا جائیگا۔

ہماری دیانتدارانہ رائے ہے کہ حکومت اور اپوزیشن کوئی ایک راستہ متعین کر کے پورے خلوص کے ساتھ اس پر گامزن ہوجائیں۔ محض اقتدار حاصل کرلینا کوئی اعلیٰ مقصد نہیں جب تک نظریاتی سرحدوں کا تحفظ نہیں ہوتا ملکی سرحدیں محفوظ نہیں رہ سکتیں۔ علماء کو ان دونوں کی جنگ سے الگ ہو کر محض دین کے استحکام اور دفاع کی جدوجہد کرنی چاہیئے۔

وسطی ایشاء کی ریاستیں اور قادیانی

ایک اخباری اطلاع کے مطابق وسطی ایشیاء کی ریاستوں میں قادیانی مشنریاں بہت کام کررہی ہیں اور لٹریچر اور لیکچر کے ذریعے گمراہی پھیلا رہی ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس قوم نے ستر سال تک اپنے دین کی حفاظت کی ہے اور اپنے عمل سے اشتراکی دشمن کا منہ توڑا ہے اس کا ایمان اتنا کمزور نہیں کہ وہ قادیانیوں کے جھانسے میں آجائے۔ قادیانی یہودی سرمائے کے بل بوتے پر وہاں کام ضرور کررہے ہیں لیکن اتنا بھی نہیں جتنی اس کی تشہیر کی جارہی ہے۔ ریاستوں کے مسلمان فتنۂ مرزائیت کے خلاف سرگرم ہیں اور ان شاء اللہ وسطی ریاستیں ان کی ذلت و رسوائی کا سبب بنیں گی۔ پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک سے وہیں تبلیغی مشن جانے چاہئیں۔ اور حکومت کو ان کی سرپرستی کرنی چاہیئے بالکل اسی طرح جیسے سعودی حکومت کی طرف سے کافی مقدار میں دینی و علمی لٹریچر شائع ہو کر وہاں تقسیم ہورہا ہے۔ ان شاء اللہ یہاں بھی قادیانیوں کو ذلت آمیز شکست ہوگی۔ اور وسطی ریاستیں ان کیلئے موت کا گڑھا ثابت ہوں گی۔

افغانستان، عراق اور ایران

افغانستان اپنی آزادی کے بعد شدید انتشار اور تفریق کا شکار ہوگیا ہے۔ دشمن مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر انہیں منزل سے دور ہٹانا چاہتا ہے۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق سابق افغان فوج ملیشیاء کو حکومت سے الگ کرنے اور اس کی جگہ بفر فورس کھڑدینے کا فیصلہ ہوا ہے۔ یہ فیصلہ گلبدین حکمت یار اور پروفیسر ربانی کے درمیان ایک معاہدے کے ذریعے طے پایا ہے۔

اللہ کرے اس پر جلد عمل ہو اور افغانستان میں صحیح اسلامی حکومت قائم ہو۔ ہمارے خیال میں امریکہ افغانستان اور عراق کو دو حصوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہے۔ افغانستان میں اس کا کام کافی حد تک مکمل ہو چکا ہے جبکہ عراق میں جاری ہے۔

تازہ ترین اطلاع کے مطابق امریکی جنگی طیارے سعودی اور کویتی اڈوں پر اتر چکے ہیں اور عراق پر یک بھرپور حملہ کی تیاری میں مصروف ہیں امریکہ کھل کر شیعہ نوازی کر رہا ہے اور اس نے عراق کو منع کر دیا ہے کہ وہ شیعہ آبادی کے علاقوں پر جہاز نہ اڑائے اور فوج نہ بھیجے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ امریکہ کو شیعوں سے اتنا خطرہ نہیں جتنا اہل اسلام سے ہے کیونکہ شیعہ اب بھی اپنے موروثی تاریخی کردار کا اعادہ کر کے اسلام اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ایران میں "مرگ بر امریکہ" کے نعرے لگنا بند ہو گئے ہیں۔ افغانستان پاکستان اور عراق میں ایران کا عمل دخل بڑھ رہا ہے جو امریکہ کی مرضی کے بغیر ممکن نہیں۔ امریکہ، ایران کو اس علاقے کا چودھری بنانا چاہتا ہے اور اسکی سابقہ چودھراہٹ بحال کر کے اپنے دین دشمن اور مسلم دشمن عزائم کی تکمیل چاہتا ہے۔ یہی کھیل کشمیر میں کھیلا جا رہا ہے۔ جس طرح جہاد افغانستان کے مقاصد اور قربانیوں کو پوری منصوبہ بندی کے ساتھ برباد کیا گیا ہے اسی طرح بے گناہ کشمیریوں کو مروا کر امریکہ علاقے میں اپنے پاؤں مزید مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ خدا معلوم حکومت اس صورت حال سے کیوں چشم پوشی کر رہی ہے؟ اسے یقین کر لینا چاہیے کہ اس غفلت کی سزا ملک و قوم دونوں کو بھگتنا پڑے گی اور اس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہی ہوگی۔

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات ان کی

- جو کام میرا باپ نہیں کر سکتا۔ وہ گجراتی کر جاتے ہیں۔ (وائیں)
  اللہ معافی!
- ٹانڈہ میں ۹۰ سالہ بزرگ موت کے بعد غسل سے پہلے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ (ایک خبر)
  یعنی آگے چلیں گے دم لے کر
- گورنمنٹ ڈگری کالج فیصل آباد میں چار طالب علموں نے دو طالبات کی عزت لوٹ لی۔ طالبات اوپن یونیورسٹی کے امتحانات کے سلسلے میں کالج گئی تھیں۔ (ایک خبر)
  گورنر صاحب! یہ آپ کے کالج کے طلباء کی حرامزدگی ہے۔ لوٹے اٹھانے والے اور شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھنے والے دینی طلباء کی نہیں۔
- ملا اس ملک کو بنیاد پرستی کی طرف لے جا رہے ہیں اسے ختم کرنا ہوگا۔ (بے نظیر)
  بے بنیاد لوگ۔ باکمال بکواس!
- قائداعظم قیام پاکستان سے قبل ہی دو قومی نظریہ سے منحرف ہو گئے تھے۔ (اجمل خٹک)
  "مسلم لیگ" اور "نوائے وقت" جواب دیں!
- بشیر ساربان انتقال کر گئے۔ (ایک خبر)
  ایک وہ تھا بشیر جسے لوگ لعل کہتے تھے ہیرا کہتے تھے
  ایک میرا بھی تھا دوست بشیر لوگ جس کو بشیرا کہتے تھے
- پی ڈی اے کے رکن اسمبلی پیر مظہر الحق کراچی ائیر پورٹ پر گرفتار۔ (ایک خبر)
  گرفتار کرنے والا کوئی "وہابی" ہوگا۔
- کسی بھی لمحے عام انتخابات کا اعلان متوقع ہے۔ (مولانا نورانی)
  ہائے! اقتدار!

قمر الحسنین

قومی اسمبلی میں معرکۂ ایمان و الحاد

مسلکی تفریق اور سیاسی دھڑے بندی کا برا ہو جس نے حق سچ کی حمایت و نصرت سے زبان و قلم میں جھل پیدا کر دیا۔ مثلاً مولانا احمد رضا خان مرحوم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خلافت راشدہ میں شمار کیا ہے مگر کیا کیجئے اس مسلکی جنگ و جدل کا جس نے بے جا تعصب کا بیج بویا ہے کہ بعض دیوبندیوں نے صرف احمد رضا کی مخالفت میں اندھے ہو کر سیدنا معاویہؓ کو باغی تک لکھ دیا۔ گزشتہ دنوں قومی اسمبلی میں ملحدوں اور مسلمانوں کے مابین بعض شرعی مسائل و افکار پر رد و کد ہوئی۔ جس میں عبدالستار خان صاحب نیازی نے خاصی برہمی کا اظہار کیا جسے پریس نے بطور خاص اچھالا اور پریس میں براجمان ملحدوں نے اس پر فقرے چست کئے اور تردید و تکفیر کو ملا کا محبوب مشغلہ بتایا اور ملا کو جی بھر کے گالیاں دیں اور یہ وہی گالیاں ہیں جو ایک صدی سے فرنگی پسند ملحدین مولوی کو بک رہے ہیں۔ یوں مولوی جو بے حس ہو چکا ہے

گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا۔

اسمبلی اور پریس کے ملحدین ہرگز نہیں چاہتے کہ اس ملک میں قرآن و سنت برسر اقتدار ہو اور مولوی برسر کار۔ اگر مولوی برسر کار ہو گیا تو اورنگزیب عالمگیر مرحوم کا دور لوٹ آئے گا جو ملحدوں کو ہرگز قبول نہیں کیونکہ یہ ان کا معاشی قتل ہو گا جس کے لئے یہ ہرگز تیار نہیں انہوں نے واسکوڈے گاما سے وراثت میں یہی پایا ہے کہ دین والے طبقہ کو معاشی طور پر اپاہج کر دو تو یہ کبھی اقتدار میں نہیں آسکتا۔ اس نے پندرھویں صدی کے آخر میں یہ گر انہیں سمجھایا۔ آج تو بیسویں صدی کا آخر ہے اُس نے مالابار کے مسلمانوں سے معاشی انتقام لیا تھا۔ انہوں نے پاکستانی دین والوں سے انتقام لیا ہے۔ یہ سرسید کی اولاد بھلا شاہ ولی اللہ کی اولاد کو کیسے برداشت کر سکتی ہے۔ ستم ربالائے ستم کہ شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم نے علماء اور اپنے ورثاء کو تلقین کی ہے کہ خبردار معاشی طور پر اپنے ہمراہیوں کو بے جان نہ کرنا ورنہ تم پر وہ قوم حکمرانی کرے گی جو معاشی طور پر مضبوط ہو گی مگر ان پیٹ کے بندوں نے خود تو معاشی طاقت حاصل کی مگر غریب ساتھی کو ساتھ کھانا کھلانا بھی گوارا نہ کیا۔ بالکل یہی حال سیاست کے کٹہرے میں کھڑے ان ملزموں کا ہے جنہوں نے ملحدوں کی سیاسی حمایت میں عبدالستار خاں نیازی کی پگڑی اچھالنا ملک کی نصرت سمجھا مگر منکر کی تردید صرف اس لئے نہ کی کہ کلمۂ حق احمد رضا خاں کے ایک متوسل نے ادا کیا ہے حالانکہ منکرات کی تردید میں باکمال لوگ شاہ ولی اللہ کے وارث ہی تھے۔ لیکن اس مفاد پرستی کے دور میں اقبال کا شاگرد رشید حسین احمد مدنی کے شاگردوں پر سبقت لے گیا

بازی اگرچہ لے نہ سکا سر تو دے سکا

منکرات کے بارے میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے۔

من رئ منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ۔ فان لم یستطع فبلسانہ۔ فالم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان و فی روایتہ ولیس بعد ذلک حبہ خر دل من الایمان

تم میں سے جو بھی منکر دیکھے اپنی طاقت سے اسے بدل دے۔ اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے (اسے بدلے) اس کی طاقت بھی نہ ہو تو اپنے دل سے (اس کو برا جانے) یہ کمزور ترین ایمان ہے اور دوسری روایت میں ہے۔

اس کے بعد حبہ خردل کے برابر بھی ایمان نہیں!

شاہ احمد نورانی اور ان جیسے لوگ اس حدیث کی روشنی میں ایمان بھی ٹٹولیں۔ چھوٹا منہ بڑی بات۔ ہم اس مقام پر فائز نہیں کہ ایسے لوگوں کو ٹوکیں یا روکیں

کرمہائے تو مارا کرد گستاخ

تہذیبِ نَو کے فرزندانِ ناھمَوار کے نام

طبلے کی تھاپ
باجے کی آواز
سارنگی کی ریں ریں
گھنگروؤں کی جھنکار
اور رنڈیوں کے گانے کی تان پر
ناچنے اور جھومنے والی ماؤں کی کوکھ سے
طارق بن زیاد، محمد بن قاسم اور
خالد بن ولید پیدا نہیں ہوتے

بلکہ ان کے بطن سے مائیکل جیکسن، زوہیب حسن، نادیہ حسن، مہدی حسن، نورجہاں، منی بیگم، اور عابدہ پروین جیسے لوگ ہی پیدا ہوتے ہیں۔

(خاموش مبلغ)

اللہ رے خاکِ پاکِ مدینہ کی آبرو

عشقِ رسولؐ کا جذبہ اقبال کی زندگی کے ہر مرحلے میں ایک شدید، گہری اور ذاتی معنویت کی حامل جذباتی وابستگی کے طور پر موجود رہا۔ یہ خط جو 'اخبارِ وطن' لاہور کے مدیر مولوی انشاءاللہ خاں کے نام لکھا گیا' اور انہیں کے اخبار میں شائع بھی ہوا، اقبال کی داخلی اور ذہنی زندگی کے لطیف جذباتی محرکات میں عشقِ رسولؐ کی مرکزی حیثیت کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے' یہ ایک طویل خط ہے' بلکہ اسے اقبال کا طویل ترین مکتوب بھی کہا جاسکتا ہے' اس خط میں اقبال نے اپنے سفر کے ابتدائی حصے کے احوال تفصیل سے لکھے ہیں' (یہ خط اُن کی کامیاب جزئیات نگاری کا نمونہ بھی ہے)۔ یہ خط جو ساحلِ عدن سے ۱۲ ستمبر ۱۹۰۵ء کو لکھا گیا، ساحلِ عدن ہی کے تذکرے کے ساتھ اس طرح ختم ہوتا ہے:

"اب ساحل قریب آتا جاتا ہے اور چند گھنٹوں میں ہمارا جہاز عدن جا پہنچے گا۔ ساحلِ عرب کے تصور نے جو ذوق و شوق اس وقت دل میں پیدا کر دیا ہے' اُس کی داستان کیا عرض کروں، بس یہی دل چاہتا ہے کہ زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور کروں:

اللہ رے خاکِ پاکِ مدینہ کی آبرو
خورشید بھی گیا تو اُدھر سر کے بل گیا

اے عرب کی سرزمین! تجھ کو مبارک ہو! تو ایک پتھر تھی جس کو دنیا کے معماروں نے رد کر دیا تھا، مگر ایک یتیم بچے نے خدا جانے تجھ پر کیا افسوں پڑھ دیا کہ موجودہ دنیا کی تہذیب و تمدن کی بنیاد تجھ پر رکھی گئی۔ باغ کے مالک نے ملازموں کو مالیوں کے پاس پھل کا حصہ لینے کو بھیجا لیکن مالیوں نے ہمیشہ ملازموں کو مار پیٹ کے باغ سے باہر نکال دیا اور مالک کے حقوق کی کچھ پروا نہ کی۔ یہ آہ! اے

پاک سرزمین! تو وہ جگہ ہے جہاں سے باغ کے مالک نے خود ظہور کیا تاکہ گستاخ مالیوں کو باغ سے نکال کر پھولوں کو اُن کے نامسعود پنجوں سے آزاد کرے۔ تیرے ریگستانوں نے ہزاروں مقدس نقشِ قدم دیکھے ہیں اور تیری کھجوروں کے سائے نے ہزاروں ولیوں اور سلیمانوں کو تمازتِ آفتاب سے محفوظ رکھا ہے۔ کاش میرے بدکردار جسم کی خاک تیرے ریت کے ذرّوں میں مل کر تیرے بیابانوں میں اُڑتی پھرے اور یہی آوارگی میری زندگی کے تاریک دنوں کا کفارہ ہو! کاش میں تیرے صحراؤں میں لُٹ جاؤں اور دُنیا کے تمام سامانوں سے آزاد ہوکر تیری تیز دُھوپ میں جلتا ہُوا اور پاؤں کے آبلوں کی پروانہ کرتا ہُوا اس پاک سرزمین میں جا پہنچوں جہاں کی گلیوں میں اذانِ بلال کی عاشقانہ آواز گونجتی تھی۔

(از عدن مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۰۵ء) راقم محمد اقبال"

ماخوذ از" اقبال عہد آفریں" مصنفہ پروفیسر اسلم انصاری ص ۵۷، ۵۸

دُعائے مغفرت :

- مجلس احرار اسلام حاصل پور کے رہنما جناب حافظ محمد کفایت اللہ کی چچی اور جناب محمد امین مرحوم کی بیوہ ۸ راگست کو انتقال کرگئیں۔
- خانیوال سے ادارہ نقیب کے معاون اور ہمارے مخلص و مہربان جناب منظور سلیم صاحب کے والد ماجد ۸ راگست کو رحلت فرما گئے۔
- مجلس احرارِ اسلام ڈیرہ غازی خان کے اراکین جناب حافظ محمد صدیق منظر اور جناب محمد شفیق انجم کے بہنوئی اور الحاج محمد اسلم صاحب کے بھائی حاجی محمد سلیم گذشتہ ماہ انتقال کرگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قارئین سے درخواست ہے کہ مرحومین کی مغفرت کے لئے خاص دعاؤں کا اہتمام فرمائیں، اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائیں اور لواحقین کو صبر عطا فرمائیں (آمین) اراکینِ ادارہ پسماندگان کے غم میں شریک ہیں۔

(ادارہ)

پروفیسر اسلم انصاری

اے شبستانِ حرا!

[نعتیہ]

اے شبستانِ حرا!

اے دلِ سنگ میں ٹھہرے ہوئے اک نقشِ جمیل
اے کہستانِ جمادات میں جاگی ہوئی تقدیر کی لو
اے نہاں خانۂ ہستی کے خزینوں کی ضیا
اے دلِ آدم و عالم کی دُعا
اے شبستانِ حرا!

صبحِ آفاق نے مانگی تھی ترے ذرّوں کی نادیدہ کرن
تُو نے سیکھا تھا ازل سے درِ امکاں کی طرح وا رہنا
کہکشائیں تری دہلیز سے گزری ہیں زمانوں کی طرح
اور ـــــ زمانے، جو ہزاروں سال ہیں ـــــ
سانس روکے ہوئے
اور سر کو جھکائے ہوئے، آتے ہیں یہاں
فیضِ روحانی کے لیے
سب عبارات و اشارات ہیں خاموش یہاں
حسنِ معانی کے لیے!

اے شبستانِ حرا!

اے لبِ ہستی کی دُعا
اے دلِ آدم و عالم کی تمنا کی مثیل
اے گزرتی ہوئی آنات میں اِک قائم و دائم کی دلیل
تو وہ خوش بخت کہ اُس مہرِ جہاں تاب نے بخشا تجھے جلووں کا ہجوم
حسنِ انفاس کا تنزیہہ و تعطر ترے محراب کو فردوس نما کرتا تھا،
تیرے دامن میں ہوا صبحِ رسالت کا طلوع ـــــ
اے دلِ آدم و عالم کی دُعا
اے شبستانِ حرا! اے شبستانِ حرا!

حضرت مولانا مفتی محمد اسحٰق صدیقی مدظلہٗ نقطۂ نظر

تحریک "اسلامی انقلاب" کی حقیقت

برصغیر ہند و پاک کی سرزمین پر چودھویں صدی ہجری میں اسلامی نظام اور اسلامی انقلاب کی تحریک سب سے پہلے جن صاحب نے شروع کی وہ متوفی علامہ سید ابو الاعلیٰ مودودی کے نام سے معروف ہیں۔ ان کے بعض معتقدین انہیں امام کا لقب بھی دیتے ہیں۔ انہوں نے اس مقصد کو سامنے رکھ کر ایک جماعت قائم کی جس کا نام "جماعت اسلامی" رکھا۔ اس تحریک اور جماعت کی عمر نصف صدی بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہو چکی ہے۔ جماعت تیزی کے ساتھ پھیلی اور دیکھتے دیکھتے ہندوستان اور پاکستان سے نکل کر دوسرے اسلامی ممالک تک جا پہنچی۔ "نظام اسلامی" اور "اسلامی انقلاب" کی اس تحریک کو اس کے مداح احیاء اسلام کی تحریک کے لقب سے بھی یاد کرتے ہیں۔

تحریک کی بنیاد تو دلی میں پڑی تھی پھر مرکز پٹھان کوٹ منتقل ہو گیا مگر تقسیم برصغیر کے بعد اس کا مرکز لاہور قرار پایا۔ جہاں کچھ ہچکولے کھانے کے بعد اس کی رفتار میں حیرت انگیز طریقہ سے تیزی بڑھ گئی۔ اس نے جہاد بالسیف کو بھی اپنے پروگرام میں شامل کر لیا۔ ایک مرحلہ پر اس کا ایک حصہ مودودی صاحب سے اختلاف کی بناء پر اس سے الگ ہو گیا۔ اور کچھ مدت بعد اس نے اپنی تنظیم علیحدہ قائم کر لی۔ مگر نعرہ اس کا بھی "اسلامی نظام" اور "اسلامی انقلاب" ہی رہا۔ اور مودودی صاحب کے ساتھ اس کی عقیدت بھی حسب سابق باقی رہی۔

عوام اہل سنت میں "جماعت اسلامی" روز بروز نامقبول ہوتی گئی مگر بہت سے لوگ متحیر تھے کہ عوام میں نامقبول ہو کر بھی اس جماعت کی طاقت و قوت میں کمی نہیں ہوئی بلکہ اضافہ ہوا۔ آج علاوہ عمارات، لٹریچر وغیرہ کے، اسلحہ کا خاصا بڑا ذخیرہ بھی اس کے پاس ہے۔ غیر ممالک میں بھی اس کی بڑی مان دان ہے۔ امریکہ کی خصوصی عنایتیں اس پر مبذول رہتی ہیں۔ ایران میں بھی اس کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ تعلی و خودستائی اور اپنے کاموں کو خوشنما بنا کر مبالغہ کے ساتھ ان کی تشہیر کرنا۔ اس جماعت کا مزاج اور شیوہ ہے۔ اس جماعت کے بانی نے اسلام کا جو تصور پیش کیا ہے وہ جمہور اہلسنت کے تصور اسلام کے مطابق نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مغائرت کی نسبت رکھتا ہے۔ اور ان کی تحریک کا رخ بھی وہ نہیں معلوم ہوتا جو بانی تحریک اور ان کی پیروی کرنے والوں نے ابتداء ابہام کے ساتھ پیش کیا تھا۔ اہل بصیرت کو اس کا احساس تحریک کی ابتداء ہی میں ہو گیا تھا۔ چونکہ مودودی صاحب اس کے اغراض و مقاصد کا پرچار مبہم انداز میں کر رہے تھے۔ اس حیرت و احساس کے باوجود تحریک کی صحیح نوعیت و حقیقت اس وقت کوئی نہ سمجھ سکا۔ تحریک کی حقیقت سمجھنے سے جس طرح لوگ قاصر رہے اسی طرح بانی تحریک کا اصل مذہب بھی انہیں معلوم نہ ہو سکا۔ عام طور پر موصوف کو سنی ہی سمجھا جاتا تھا تا آنکہ اس خاکسار نے پہلی بار یہ انکشاف کیا کہ مودودی صاحب در حقیقت شیعہ ہیں۔ مگر نقاب تقیہ کی وجہ سے ان کا اصل چہرہ پوشیدہ ہے۔ موصوف نے اپنی تحریک کے ابتدائی دور ہی میں صفائی کے ساتھ کہہ دیا تھا کہ ہماری اس تحریک اور جماعت میں قادیانیوں

کے لئے شرکت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ان کی اس وضاحت وصراحت سے بہت خوشی ہوئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ انہوں نے شیعوں کے لئے اپنی جماعت اور تحریک کا دروازہ نہیں بند کیا تھا۔ اوران کے مضمون سے معلوم ہوتا تھا کہ انہیں شیعوں کا تعاون حاصل کرنے میں کوئی تکلف نہ ہوگا۔

موصوف کی شیعیت کا شبہ تو اس صورت حال کو دیکھ کر ہی پیدا ہو گیا تھا۔ کیونکہ ان کی تحریک تو ان کے بقول خلافت اسلامیہ قائم کرنے کی تحریک تھی۔ اور شیعوں کو لفظ خلافت سے بھی چڑ ہے۔ وہ اس کے قیام کی کسی تحریک میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں؟ اگر ہوں گے تو یقیناً منافقانہ طور پر شرکت کر کے تحریک کو نقصان پہنچانا ان کا مقصد ہوگا۔ جو گروہ اسلام کی چودہ صدیوں میں برابر اسلامی حکومتوں کی تخریب میں لگا رہا ہو۔ جو خلفائے راشدین کی غالب اکثریت کو اور چند آدمیوں کو مستثنیٰ کر کے سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو منافق کہتا ہو۔ اس سے نظام اسلامی قائم کرنے کی کوشش میں تعاون کی توقع کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کوئی مہلک تیزاب کو پی کر پیاس بجھنے کی توقع کرے۔ حیرت تھی کہ موصوف تاریخ اسلام سے واقفیت کے باوجود شیعوں سے "اسلامی نظام" اور بقول خلافت الٰہیہ اور "احیاء دین" کی تحریک میں تعاون اور مخلصانہ شرکت کی توقع کیسے رکھتے ہیں؟ شبہ تو پیدا ہوا مگر میں نے موصوف کو شیعہ کہنے میں عجلت نہیں کی۔ کچھ دنوں کے بعد موصوف نے "خلافت وملوکیت" لکھی اس وقت حالت پورے طریقے سے واضح ہو گئی۔ اور مودودی صاحب کی شیعیت خوب کھل گئی۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ نام نہاد تحریک نظام اسلامی کے لئے اس تبرے بازی کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ یہ کتاب اس کے لئے مضرت رساں ثابت ہوئی۔ یہ سب سمجھتے ہوئے بھی شوقِ تبریٰ سے مجبور و مغلوب ہو کر موصوف نے یہ کتاب لکھی جس کا ایک اہم مقصد صحابہ کرامؓ کی وقعت و عظمت کو مسلمانوں کی نگاہوں میں کم کرنا اور انہیں رفض خصوصاً "سیاسی رفض" کی طرف مائل کرنا تھا۔

اس زمانہ کے حالات پر مجموعی سے نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ کتاب مذکور کے ذریعہ وہ شیعوں اور ان کے دوست یہود کو بھی مطمئن کرنا چاہتے تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ "خلافت وملوکیت" لکھنے کے بعد ان کی تحریک کی ترقی کی رفتار تیز ہو گئی۔ امریکہ و ایران کی عنایتیں ان پر زیادہ مبذول ہونے لگیں۔ ان کی تحریک دوسرے ممالک تک پہنچنے لگی اور اسے پھیلانے کے لئے ان کے پاس ذرائع وسائل کی بہتات ہو گئی۔ شاید یہی وہ دور ہے جب ایران سے خمینی آنجہانی اور ان میں دوستی کی پینگیں بڑھنا شروع ہوئیں۔ اس کتاب کی اشاعت نے اس حقیقت کو نمایاں کر دیا کہ مودودی صاحب کی یہ تحریک دراصل تحریک شیعیت ہے۔ اس کے مقاصد کی نوعیت وہی ہے جو تحریک شیعیت میں شیعوں کے پیش نظر ہوتے ہیں۔ اسلامی نظام اور "احیاء دین" کے خوبصورت اور پرکشش القاب محض فریب ہیں۔ ان پردوں کے پیچھے شیعی اور سبائی مقاصد کو پوشیدہ کیا گیا ہے۔ یہاں پہنچ کر قاری کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ "تحریک شیعیت" کیا چیز ہے؟ اس کی تفصیل گو بہت طویل ہے جس کا یہ مضمون متحمل نہیں ہو سکتا مگر اس کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔ جو ان شاء اللہ مقصد مضمون سمجھنے کے لئے کافی ہوگا۔

نبی کریم خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے لائے ہوئے دین حق سے جس گروہ کو شدید ترین دشمنی اور عداوت ہے وہ گروہ یہود ہے۔ ابتداً ہی سے یہود دین اسلام کے خلاف سازشیں کرنے لگے تھے۔ ان

سازشوں کا بانی مشہور منافق عبد اللہ بن اُبی بن سلول تھا۔ اس کے مرنے کے بعد منافقین کا گروہ تتر بتر ہو گیا۔ رسول کریم علیہ الصلوٰت والتسلیم کی حیات طیبہ کے آخری دور میں مدینہ منورہ اور اس کے قرب و جوار کا علاقہ منافقین سے بالکل خالی ہو چکا تھا۔ ایک مدت کے بعد زمانۂ خلافت سیدنا ذی النورین رضی اللہ عنہ عبد اللہ بن سبا نامی ایک یہودی نے اس سازش و تحریک کا احیاء کیا۔ اس نے ایک مذہب ایجاد کیا جس کا نام مذہب شیعہ ہے۔ اور تخریب اسلام کے لئے ایک تحریک جاری کی جسکی بنیاد شیعہ مذہب پر رکھی۔ اسی تحریک کو ہم "تحریک شیعیت" یا "سبائی تحریک" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ایسے علماء اور دانشور جو شیعہ مذہب پر عبور رکھتے ہوں پہلے بھی بکثرت ہو چکے ہیں اور آج بھی بکثرت موجود ہیں۔ مگر "تحریک شیعیت" یا "سبائی تحریک" سے واقفیت رکھنے والے ماضی میں بھی بہت کم گزرے ہیں اور بہ زمانہ موجودہ تو مجھے عالم اسلامی میں کوئی عالم یا دانشور ایسا نظر نہیں آتا جو تحریک شیعیت سے صحیح معنیٰ میں واقفیت رکھتا ہو اور اسے ہر رنگ اور لباس میں پہچان سکے۔

سبائی تحریک کی کوئی شکل و صورت متعین نہیں ہے۔ لباس بدلنے اور بہروپ بھرنے میں یہ ماہر ہے۔ اور ہمیشہ کسی خوبصورت لباس میں ظاہر ہوتی ہے۔ تقیہ کی نقاب اس قدر دبیز ہوتی ہے کہ بڑے بڑے اہل نظر اس کا اصل چہرہ دیکھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اس کی قطعی علامت یہ ہے کہ اس کا نتیجہ ہمیشہ اہل سنت کے دینی و دنیوی نقصان اور شیعوں کے فائدے کی صورت میں نکلتا ہے اور اس کے اثر سے اہلسنت کا ایک گروہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات گمراہ گر بھی بن جاتا ہے۔ دوسری علامت یہ ہے کہ اس تحریک کو ہمیشہ یہود کی پشت پناہی اور رہنمائی اور تائید حاصل ہوتی ہے۔ دراصل وہی اس کا احیاء کرتے ہیں اور اس کے ابتدائی محرک ہوتے ہیں۔ خود پس پردہ رہتے ہوئے شیعوں سے کام لیتے ہیں جسے یہ لوگ شوق و ذوق کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔

بعض اوقات تحریک میں کوئی شیعہ نظر نہیں آتا مگر ہوتی ہے وہ شیعیت کی تحریک۔ ان صورتوں میں شیعہ اپنے یہودی استادوں کی ہدایت کے بموجب پس پردہ رہتے ہیں اور ضعیف الایمان سنیوں یا کسی سنی نما تقیہ باز شیعوں سے کام لیتے ہیں۔ کتمان و تقیہ کے ان دبیز تہہ در تہہ پردوں میں پوشیدہ ہونے کی وجہ سے اس کا پہچاننا مشکل ہوتا ہے۔ سید جمال الدین افغانی اور شیخ محمد عبدہ کی تحریک "اتحاد اسلامی" (پان اسلام ازم) کو دیکھئے۔ نام اور لباس کتنا دلکش اور نظر فریب ہے مگر اس کا نتیجہ خلافت اسلامیہ ترکیہ کے خاتمہ کی صورت میں نکلا جس سے اہل بصیرت پر ظاہر ہو گیا کہ یہ "تحریک شیعیت" تھی۔ ان دونوں استاد شاگردوں کے متعلق واضح ہو گیا کہ شیعہ تھے اور یہودی تنظیم فری میسن تنظیم سے وابستہ تھے۔ بلکہ مسلمانوں کو اس میں شریک ہونے کی دعوت دیتے تھے۔ مہدی سوڈانی بھی شیعہ تھا۔ مگر سنی بنا ہوا تھا۔ نام نہاد جماعت اسلامی کی طرح کتاب و سنت کی خلافت کا نعرہ لگا کر خلافت اسلامیہ ترکیہ کے خلاف بغاوت کی، فتنہ و فساد برپا کر کے اہلسنت کا خون خوب بہایا۔ ہزاروں کو گمراہ کیا۔ بالآخر سوڈان برطانیہ کے حوالے کر کے دنیا سے گئے۔ افغانی یا سوڈانی یا شیخ عبدہ کے متعلق اس وقت کچھ لکھنا مقصود نہیں ہے۔ ان کا تذکرہ صرف اس لئے کیا گیا کہ قاری کے لئے نام نہاد "جماعت اسلامی" اور اس کے بانی مودودی صاحب کے چہرے پہچاننے میں سہولت ہو جائے۔ اور اہلسنت ان کے برپا کئے ہوئے فتنوں سے بچ سکیں۔ مودودی صاحب کی تحریک اسلامی بھی انہیں کی تحریک کی طرح بلکہ اس سے زیادہ پرفریب ہے۔ مودودی صاحب نے بغض صحابہؓ کے جوش سے

مغلوب ہو کر "خلافت و ملوکیت" لکھی اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ موصوف شیعہ ہیں اور ان کی تحریک در حقیقت سبائی تحریک ہے۔ اسلامی نظام، اسلامی انقلاب اور خلافت الٰہیہ کے نعرے، اہلسنت کو فریب دینے کے لئے لگائے جا رہے ہیں۔ ان کا اصل مقصد شیعہ حکومت قائم کرنا، شیعیت پھیلا کر اہلسنت کو گمراہ کرنا اور سنی حکومت کو تباہ کرنا ہے۔

مودودی صاحب کی اس تحریک کی عمر ساٹھ برس بلکہ اس سے کچھ زائد ہو چکی ہے۔ اس مدت میں ان کی جماعت اور تحریک کا جو کردار رہا ہے وہ اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ وہ پکے رافضی تھے۔ اور انکی تحریک در حقیقت تحریک شیعیت ہے جس کا دوسرا نام تحریک سبائیت بھی ہے۔

موصوف نے اپنی زندگی میں مس فاطمہ جناح کو جو شیعہ تھیں صدر بنانے کی کوشش کی پھر یحییٰ خان کو جو نصیری شیعہ تھا صدارت پر قائم رکھنے کی کوشش کی اور اس کے ساتھ "اثم و عدوان" یعنی مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے الگ کرنے کی کوشش اور ظلم و ستم کرنے میں تعاون کیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک ان کی جماعت کا نمایاں کام مسلمانوں کی خونریزی کرنا رہا ہے۔ سابق مشرقی پاکستان میں ان کے حکم سے ان کی جماعت یحییٰ خان کی حکومت میں شامل ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ مل کر لاکھوں مسلمانوں کا خون ناحق بہایا۔ "الشمس و البدر" کے نام سے مودودی صاحب کی قائم کردہ تنظیموں نے اہلسنت کو بے دریغ قتل کیا۔ خونریزی کے ساتھ ان ظالموں نے ان پر بہتان طرازی بھی کی۔ قتل کا بہانہ یہ تھا یہ سب کمیونسٹ ہیں اور ہم کمیونسٹوں کے مقابلے میں جہاد کر رہے ہیں۔ لیکن کچھ ہی دن بعد یہ جھوٹ کھل گیا۔ جب بنگلہ دیش کی حکومت بنی تو اس میں کمیونسٹوں کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اگر مودودی صاحب اور ان کے پیرو سچے ہوتے تو بنگلہ دیش میں پہلی حکومت کمیونسٹ حکومت ہوتی۔ اس سے خوب عیاں ہو گیا کہ انہوں نے اور ان کی جماعت نے خالص جھوٹ بولا۔ انکی بات میں سچائی کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ اور کمیونسٹوں کا بہانہ کر کے دیدہ و دانستہ لاکھوں مسلمانوں کا خون ناحق بہایا۔ جس کا مقصد مشرقی پاکستان کو الگ کرنا۔ اہل سنت کی خونریزی کرنا۔ اس طرح امریکہ و ایران کے مقاصد پورے کر کے یہود کا کلیجہ ٹھنڈا کرنا تھا۔ لاکھوں مسلمانوں کا خون کر کے بھی جماعت کو تسکین نہیں ہوئی اب تک یہ جماعت بنگلہ دیش میں ہنگامے برپا کرتی رہتی ہے اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکاتی رہتی ہے۔ مشرقی پاکستان سے فارغ ہوئے تو مغربی پاکستان کے کالجوں اور اس کی یونیورسٹیوں میں گولیاں چلوانا شروع کر دیں۔ بھائی کو بھائی کے ہاتھ سے قتل کروایا۔ اور کم از کم ایک نسل کا اخلاق و کردار برباد کر دیا۔ اس جماعت مودودیہ کو سنی طلبہ کے خون سے سیری نہ ہوئی تھی کہ یہود نے افغانستان کو مسلمانوں کا مقتل بنانے کا کام ان کے سپرد کر دیا۔ مانے ہوئے "مفسدین فی الارض" یہود ساری دنیا کو نام نہاد اسرائیلی جھنڈے کے نیچے لانا چاہتے ہیں اپنی قوم (یہود) کے علاوہ وہ صرف شیعوں کے دوست بلکہ جگری دوست ہیں۔ ان کے علاوہ سب کے دشمن ہیں۔ ان کا پروگرام یہ ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر یا ان پر طاقت و قوت میں برتری رکھنے والی کسی طاقت سے ٹکرا کر انکی قوت و طاقت کو ضائع بلکہ تباہ کر دیا جائے۔ اور انہیں تباہی و بربادی کی انتہا تک پہنچا کر اپنا محتاج بنا لیا جائے۔ منصوبہ کا دوسرا جزو یہ ہے کہ ہر اسلامی ملک پر شیعوں کو مسلط کر دیا جائے۔ اسی مقصد سے ایران کو پھیلانے اور بڑھانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ امریکہ کی پالیسی "جیوش ایجنسی" بناتی

ہے۔ امریکی صدر کی تکمیل انہیں کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ امریکہ نام نہاد "جماعت اسلامی" کا سرپرست بلکہ اس کا اصل بانی ہے۔ افغانستان میں ایران کو پہنچانے اور افغانی مسلمانوں کا خون بہا کر اس کی افرادی قوت POWER MAN کو ختم کرنے اور سنیوں کی خونریزی سے یہود اور شیعوں کا کلیجہ ٹھنڈا کرنے کے لئے اس نے ایک خونی ڈرامہ اسٹیج کیا۔ داؤد خان مرحوم کو قتل کروایا اور ڈرامائی انداز میں فوراً ایک طرف سے نعرہ جہاد بلند ہو گیا۔ داؤد خان بھی روس نواز تھے۔ جیسے ان کے ساتھ نباہ کیا گیا تھا اسی طرح دوسرے کے ساتھ بھی نباہ کی راہ نکالی جاسکتی تھی۔ اس کے ساتھ اصلاح کی کوشش بھی کی جاتی تو اچھے نتائج کی امید کی جاسکتی تھی۔ مگر زبان سے گفتگو کی بجائے نوک سنگین سے گفتگو کا آغاز کیا گیا۔ روس کو بہانہ مل گیا اور منصوبہ کے ماتحت اس نے فوجیں بھیج دیں۔ جن میں بکثرت شیعہ تھے۔ انہوں نے کابل پہنچ کر خوب ظلم ڈھائے شعائر اسلام کو پامال کیا۔ دین کی تعلیم کو بند کیا۔ مساجد میں تالے ڈالے۔ ان سب کافرانہ اعمال کی نسبت حکومت کابل کی طرف کی گئی۔ حالانکہ ببرک کارمل یا ترہ کئی کا مرتد ہوجانا تو قابل فہم تھا لیکن ان کی پوری فوج یا پورے کابل کا مرتد ہوجانا قطعاً قابل فہم نہیں تھا۔

اگر اعلان جنگ نہ کیا جاتا تو روسی فوجیں نہ آتیں اور بیس لاکھ بلکہ اس سے زیادہ مسلمانوں کا خون نہ بہتا۔ مگر نام نہاد جماعت اسلامی کا مقصد امریکہ اور ایران کی مرضی پورا کرنا تھا۔ اس جنگ کے عام شرکاء اور ان کے بعض قائد تو مخلص تھے وہ تو دین کی خاطر اس میں شریک ہوئے تھے۔ انہیں ان کے عمل کا اجر ملے گا مگر نام نہاد "جماعت اسلامی" اور مجاہدین کے جو قائد اس کے زیر اثر تھے ان کے قلب میں خلوص کا کوئی ذرہ نہیں تھا اور نہ آج ہے۔ وہ تو امریکہ اور ایران کو خوش کرنے اور اس کے معاوضہ میں مال و جاہ حاصل کرنے کے لئے انہیں خون مسلم کی بھونٹ دے رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ کے دوران کئی بار فریق مخالف کی طرف سے صلح کی پیش کش ہوئی۔ اور جو شرائط ان لوگوں کی طرف سے پیش کی جاتی تھیں۔ نجیب نے سب منظور لی تھیں۔ بلکہ بعض شرائط پر عمل بھی شروع کر دیا تھا۔ ترہ کئی بھی تقریباً سب شرائط منظور کرنے کے لئے تیار تھا اور قوی امید تھی کہ جنگ بندی کے بعد گفت و شنید کے دوران وہ بقیہ شرائط بھی منظور کر لے گا۔ پھر نجیب نے تو صاف اور صریح الفاظ میں کہلا بھیجا تھا کہ سب شرائط منظور ہیں۔ جنگ بند کرو اور صلح کر لو۔ کابل میں دینی مکاتب و مدارس بھی کھل گئے تھے۔ مسجدوں کی رونق بھی عود کر آئی تھی۔ روسی فوج واپس چلی گئی تھی۔ عام مجاہدین اور ان کے وہ قائد جو نام نہاد جماعت اسلامی کے زیر اثر نہیں تھے اور مخلص تھے صلح پر تیار تھے لیکن نام نہاد جماعت اسلامی نے کسی طرح صلح نہ ہونے دی اور مسلمانوں کی خونریزی کرتی رہی۔

کابل پر قبضہ ہو چکا ہے لیکن مسلمانوں کی خونریزی نہیں بند ہوئی شیعہ فوج جس کا نام "حزب وحدت" ہے فتنہ فساد برپا کرتی رہتی ہے اور سنیوں کا خون بہاتی رہتی ہے۔ نام نہاد "جماعت اسلامی" اور مجاہدین کی دوسری جماعتوں میں اختلافات موجود ہیں۔ اور موقع بہ موقع ان کے درمیان جدال و قتال ہوتا رہتا ہے۔ نام نہاد "جماعت اسلامی" کی اعانت و سازش سے شیعوں کی خاصی بڑی تعداد حکومت میں شامل ہو چکی ہے یہ لوگ خفیہ ریشہ دوانیاں کے آپس میں فساد ڈلواتے رہتے ہیں۔ پھر اگر موقع ہاتھ آتا ہے تو امن و امان بحال کرنے کے بہانے سنیوں پر خوب ظلم ڈھاتے ہیں۔ سنیوں اور ان کی باہمی جنگ و جدل سے فائدہ اٹھا کر حکومت و اقتدار پر چھاتے جا رہے ہیں۔ ... ہے کہ حکومت کابل کا ترجمان ایک شیعہ مولوی "آیت اللہ آصف الحسینی" ہے افغانستان میں شیعوں کی تعد

برائے نام ہے۔ مگر حکومت میں شیعوں کا عمل دخل روز افزوں ہے۔ نام نہاد جماعت اسلامی کی ساختہ پرداختہ جماعت "حزب اسلامی" احمد شاہ مسعود کی فوج کا وجود گوارا کرنے کے لئے تیار نہیں تھی۔ اور اسے کابل سے نکالنے کے لئے اس نے شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ لیکن اسی حالت محاصرہ میں اس نے شیعوں کی ٦ ہزار فوج کابل میں داخل کر دی۔ یہی فوج "حزب وحدت" کہلاتی ہے اور اس میں زیادہ تر ایرانی شیعہ ہیں۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ نجیب نے ان سب افغانیوں کے لئے جو پاکستان اور ایران یا کسی دوسرے ملک جا کر پناہ گزیں ہوگئے تھے عام معافی کا اعلان کر کے انہیں افغانستان واپس آنے کی دعوت دی تھی۔ پاکستان نے امریکہ کے اشارۂ چشم و ابرو کی تعمیل میں اپنے یہاں کے پناہ گزینوں کو جانے کی اجازت نہیں دی۔ حالانکہ وہ لوگ جانا چاہتے تھے۔ مگر اس وقت کی حکومت پاکستان نے انہیں روک دیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد ہوگا کہ ایران نے اپنے یہاں قیام پذیر پناہ گزینوں کو کابل بھیج دیا تھا۔ اس کے ساتھ حکومت ایران نے نجیب کے ساتھ تعلقات بھی استوار کر لئے تھے۔ اور دونوں ایک دوسرے کے دوست ہوگئے تھے۔ فتح کابل سے بہت پہلے ایران میں افغان پناہ گزینوں کے کیمپ خالی ہو چکے تھے۔ پھر اس وقت جو لوگ ایران سے افغانستان واپس جانے والے پناہ گزینوں کے نام سے جا رہے ہیں یہ کون ہیں؟ اور یہ کہاں سے پیدا ہوگئے؟ یہ ایرانی ہیں جو افغانستان میں شیعوں کی آبادی بڑھانے نیز مناسب مواقع پر فتنہ و فساد برپا کر کے سنیوں کا خون بہانے اور ان کی آبادی کم کرنے کی کوشش کرنے کے لئے ایران سے آرہے ہیں۔ یہ سب کچھ فرقہ مودودیہ یا اسلامی نظام کا نعرہ لگانے والوں کی اعانت و لمداد سے ہو رہا ہے۔ یہ مودودی مشن جس کی تکمیل ان کے شاگرد اور متبعین کر رہے ہیں۔ یہ تحریک شیعیت ہے جسے یہ نام نہاد "جماعت اسلامی" چلا رہی ہے۔ اگر یہی لیل و نہار رہیں تو قوی اندیشہ ہے کہ کچھ مدت کے بعد افغانستان ایران کا ایک صوبہ بن جائے گا۔ امریکہ، بنی اسرائیل اور ایران اور بالفاظ مختصر عالمی یہود اور شیعوں کی یہی خواہش ہے اور اس کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ خدانخواستہ اگر ایسا ہوا تو اہلسنت کے لئے دینی و دنیاوی دونوں اعتبارات سے سخت تباہ کن ہو گا۔ مودودی صاحب کا یہ مشن تھا اور انکی قائم کی ہوئی نام نہاد جماعت اسلامی اسی کے لئے کوشاں ہے۔ اسلام کے فروغ کے بجائے اسے شیعیت کے فروغ کی فکر ہے۔ اور اسلامی نظام سے اس کی مراد شیعی نظام ہے۔ اہل سنت کے نزدیک شیعی نظام کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ شیعیت اسلام نہیں ہے۔ شیعی نظام اسلامی نظام نہیں ہو سکتا۔ اور جس حکومت میں شیعہ شامل ہوں اسے اسلامی حکومت نہیں کہا جا سکتا۔ اسے اسلامی حکومت کہنا شرعاً و عقلاً کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اسلام اور شیعیت کے بنیادی اصول میں فرق و اختلاف ہے۔ دونوں ایک کیسے ہو سکتے ہیں؟

بیس لاکھ بلکہ زائد مسلمانوں کا خون بہا کر نام نہاد جماعت اسلامی نے فریب کارانہ تدبیروں سے ایران کو افغانستان پہنچا دیا۔ نام نہاد حزب اسلامی نے بیک وقت چھ ہزار شیعہ فوج کو بہت آسانی کے ساتھ کابل پہنچا دیا۔ ان کے علاوہ ہزاروں ایرانی شیعہ واپس آنے والے پناہ گزینوں کے نام سے افغانستان آرہے ہیں۔ نام نہاد جماعت اسلامی کا مقصد یہ ہے کہ وہ یہود اور شیعوں کی مرضی کے مطابق افغانستان پر ایران کو مسلط کر دے۔ اور اسکے لئے وہ کام میں معروف ہے رہا اسلامی نظام اور اسلامی انقلاب کا نعرہ تو وہ عوام کو بیوقوف بنانے کے لئے ہے۔ خمینی آنجہانی ان کے امام ہیں اور ان کا بتایا ہوا رافضی نظام ان کے نزدیک اسلامی نظام ہے "اسلامی نظام" اور

"اسلامی انقلاب" کا نعرہ تو گلے پھاڑ پھاڑ کر لگایا گیا مگر چودہ سال تک مسلمانوں کے گلے مسلمانوں کے ہاتھوں سے کٹوانے، لاکھوں مسلمانوں کی خونریزی کرانے اور اس خونِ برادرانِ اسلام کے دریا کو پار کرنے کے بعد جب کابل پر قبضہ ہوا تو نام نہاد "جماعت اسلامی" نے وہاں امریکی اور یہودی طرز کی جمہوریت قائم کی۔ وہ بھی اسقدر ناقص کہ کابل پر بھی کوئی کنٹرول نہیں۔ اس کے باہر کیا ہوگا۔ سود خوری اور دوسرے فسق و فجور بدستور سابق پھیلے ہوئے ہیں۔ "حزب وحدت" اور دوسرے شیعہ گروہ برابر فتنہ فساد برپا کرتے رہتے۔ اور موقع ملنے پر سنیوں کو اذیت اور نقصان پہنچاتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ قتل و نہب سے بھی نہیں چوکتے۔

خمینی آنجہانی کا لٹریچر پھیلایا جا رہا ہے۔ اور ان کی تصویریں دفتروں اور ریسٹورانوں کی زینت بنائی جا رہی ہیں۔ ایران سے ایرانی شیعہ برابر آ رہے ہیں اور ایران افغانستان میں شیعوں کی تعداد بڑھانا چاہتا ہے۔ افغانستان میں شیعوں کی تعداد زیادہ دکھانے کے لئے افغان پناہ گزینوں کی واپسی کے نام سے فریب دے کر وہاں ایرانی شیعہ بھیج رہا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ افغانستان میں شیعوں کی تعداد بہت قلیل بلکہ برائے نام ہے۔

نام نہاد "جماعت اسلامی" جو "الحزب الاسلامی" کے نام سے کابل میں موجود ہے ایران اور شیعوں کے اس فریب سے خوب واقف ہے مگر وہ اس کے انسداد کی کوشش کیوں کرنے لگی؟ وہ تو ایران و امریکہ کی زر خرید ہے۔ اور خود شیعہ گردی چاہتی ہے۔ اس کا مشن یہی ہے کہ افغانستان پر ایران کو مسلط کردے۔

اہل سنت کو نقصان پہنچانے۔ اور ان کی نسل کو برباد کرنے کے لئے یہود نے جو منصوبہ بنایا ہے اس کا ایک اہم جزو یہ بھی ہے کہ طلبہ کو سیاسیات میں عملی حصہ لینے کی ترغیب دی جائے تاکہ وہ سیاست میں مشغول ہو کر حصول علم کی طرف سے غافل ہو جائیں اور مستقبل میں ملک و قوم کی اجتماعی و انتظامی خدمت انجام دینے سے عاجز ہو جائیں۔ ملک کا نظم و نسق چلانا ان کے بس سے باہر ہو جائے۔ مستقبل میں اس کا نتیجہ ان کے لئے انفرادی حیثیت میں بے روزگاری اور بے کاری کی صورت میں نکلے گا اور اس طرح قوم کے لئے کام کے آدمیوں سے محرومی کی شکل میں۔ ملت میں انحطاط و زوال کی رفتار تیز ہو جائے گی۔

مودودی صاحب کی جماعت، یہود کے اس مقصد کو پورا کرنے کی بھی کوشش کرتی رہتی ہے۔ تعلیمی اداروں میں جو ہنگامے اور خونریزیاں وہ کرا چکی ہے ان کا علم سب اہل پاکستان کو ہے۔ تازہ واقعہ یہ ہے کہ ایک دانشور کی طرف سے یہ تجویز پیش ہوئی کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخلے کے وقت طلبہ سے تحریری عہد لیا جائے کہ وہ دوران تعلیم سیاسیات میں حصہ لینے سے احتراز کریں گے اور ہنگامہ آرائی سے دور رہیں گے۔ ہر عاقل جو مسلمانوں اور پاکستان کا خیر خواہ ہو اس تجویز سے اتفاق اور اس کی تحسین کرے گا۔ مگر "جماعت اسلامی" کو اس سے اختلاف ہے۔ ابھی تجویز باضابطہ طور پر سامنے بھی نہیں آئی ہے کہ جماعت مذکور کے امیر نے اس کے خلاف بیان بھی دے دیا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس جماعت کا مزاج کس قدر فساد پسند ہے۔ طلبہ کا سیاست میں حصہ لینا ان کی تعلیمی زندگی میں سخت مضر بلکہ اس کے لئے مہلک ہے۔ یہ صرف ان تک محدود نہیں رہتا بلکہ پوری قوم اور پورے ملک کو پہنچتا ہے۔ مودودی صاحب کی جماعت پاکستان کی نئی نسل کو جس میں غالب اکثریت سنیوں کی ہے ذہنی اخلاقی اعتبار سے ہلاکت میں ڈالنا چاہتی ہے۔

نام نہاد "جماعت اسلامی" کے ساٹھ سالہ نعرہ "اسلامی انقلاب" و "اسلامی نظام" کے ساتھ اس کے کردار پر نظر کرنے سے قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیات مقدسہ یاد آجاتی ہے۔

وَمَن النَّاس مِن يعْجِبُک قولہ فی الحیوٰة الدنیا وشھد اللہ علی ما فی قلبہ وھوا الد الخصام ۔ واذا تولیٰ سعی فی الأرض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل۔ واللہ لا یحب الفساد۔(البقرہ جزء ۲ ع ۲۵ آیت ۲۰۵)

ترجمہ۔ "اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جس کی گفتگو جو دنیوی غرض سے ہوتی ہے۔ اچھی معلوم ہوتی ہے اور جو اس کے دل میں ہے اس پر وہ اللہ کو گواہ بناتا ہے۔ در آں حالیکہ وہ شدید ترین دشمن ہے۔ اور جب پیٹھ پھیر کر جاتا ہے تو وہ اس دوڑ دھوپ میں رہتا ہے کہ زمین پر فساد کرے۔ اور کھیتی و نسل کو تباہ کرے در آں حالیکہ اللہ تعالیٰ فساد کو بالکل نہیں پسند فرماتا"

آج (۱۰ اگست ۱۹۹۲ء) کی تازہ اطلاع یہ ہے کہ شیعوں کا لشکر جس کا نام "حزب وحدت" ہے پروفیسر ربانی صاحب کے لشکر پر حملہ کر رہا ہے۔ اس کا مقصد کابل پر قبضہ اور کم از کم نصف افغانستان پر تسلط ہے۔ ایران اس کا معاون و مددگار ہے۔ حزب اسلامی یعنی نام نہاد جماعت اسلامی کا پروردہ گروہ وسط کابل پر گولہ باری کر کے حزب وحدت (شیعوں کا لشکر) کی امداد کر رہا ہے کابل جل رہا ہے۔ سینکڑوں آدمی اب تک ہلاک اور زخمی ہو چکے ہیں۔ احمد شاہ مسعود جنگ بندی کرانے سے عاجز ہیں۔ دیدۂ عبرت نگاہ ہو تو اسلامی نظام کے نعرے کا یہ انجام قوم کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے۔ اس سے عیاں ہے کہ مودودی صاحب کی اور ان کی قائم کی ہوئی جماعت کی تحریب درحقیقت تحریک شیعیت، یا سبائی تحریک ہے جس کا مقصد اہل سنت کو گمراہ کرنے اور تباہ کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ یہ جماعت یہود کے مقاصد پورے کر رہی ہے۔

یہی نعرہ لگا کر اور "جہاد جہاد" کی آواز بلند کر کے یہ نام نہاد "جماعت اسلامی" کشمیر کے سنّیوں کا خون بہا رہی ہے۔ کشمیر کی قیادت سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ جماعت مودودیہ کے فریب میں نہ آئیں اور قوم کے ہونہار اور مخلص نوجوانوں کا قیمتی خون بے مقصد بہانے سے احتراز کریں۔

کشمیر کا مسئلہ اس طرز عمل اور جنگ و جدل سے حل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ اس میں مزید پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی۔ افغانستان میں نام نہاد "جماعت اسلامی" کا کردار دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔ اور اس جماعت کے سائے سے بھی بچیں۔

۱۔ ملاحظہ ہو حیات شیخ محمد عبدہ نیز حیات جمال الدین افغانی اور مصری ادب کی تحریک از پروفیسر محمد محمد (سکندریہ یونیورسٹی)

ماخوذ

تابعین کرامؒ کی باتیں

ابوبکر بن عبدالرحمن

محمد نام، ابوبکر کنیت، ان کی کنیت نے اتنی شہرت حاصل کی کہ نام کی جگہ لے لی۔ حضرت عمر کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے اور ۹۴ھ میں وفات پائی۔

علمی شان

فضل و کمال کے لحاظ سے مدینہ منورہ کے نامور علماء میں شمار ہوتے تھے۔ علامہ ابن سعید لکھتے ہیں۔
کان ثقتہ فقیھا کثیر الحدیث عالما عاقلا عالیا سنحیا۔
زہد و عبادت اور نمازوں کی کثرت کی وجہ سے "راہب قریش" ان کا لقب ہو گیا تھا۔ اور کئی کئی دن تک مسلسل روزے رکھتے تھے۔

امانت داری

امانت ان کا خاص وصف تھا۔ انہیں امانت میں اس قدر اہتمام تھا۔ کہ اگر کوئی شخص ان کے پاس کوئی شے امانت رکھتا۔ اور اس کا کچھ حصہ ضائع ہو جاتا۔ تو خواہ امانت رکھنے والا معاف ہی کیوں نہ کر دیتا۔ لیکن وہ پوری امانت واپس کرتے۔ عثمان بن محمد کا بیان ہے کہ عروہ نے ابوبکر کے پاس کچھ مال امانت رکھوایا وہ مال یا اس کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا۔ عروہ نے کہلا بھیجا کہ تم پر اسکی ذمہ داری نہیں ہے تمہاری حیثیت توامین کی تھی انہوں نے جواب دیا کہ یہ مجھے معلوم ہے کہ مجھ پر تاوان نہیں ہے لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا۔ کہ قریش میں تمہاری زبان سے یہ الفاظ نکلیں۔ کہ میری امانت ضائع ہو گئی۔ غرض عروہ کے کہنے کے باوجود نہ مانے اور اپنی املاک بیچ کر پوری امانت واپس کی۔

احترام

اموی خلفاء ان کی اتنی منزلت کرتے تھے کہ ان کی وجہ سے اہل مدینہ کو امویوں کی جانب سے امن حاصل ہو گیا تھا۔ عبدالملک خصوصیت کے ساتھ ان کی بڑی عزت کرتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا۔ کہ بنی امیہ کے ساتھ اہل مدینہ کی روش کی بناء پر میں ان کی برائی کا ارادہ کرتا ہوں لیکن پھر ابوبکر بن عبدالرحمن کا خیال آجاتا ہے تو شرم آنے لگتی ہے۔ اور ارادہ ترک کر دیتا ہوں۔

آپ کے عطیات: محاسبۂ مرزائیت و رافضیت کی جدوجہد کو تیز تر کرنے کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات اور عطیات اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کو دیجئے
بذریعہ منی آرڈر: سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان
بذریعہ بنک ڈرافٹ یا چیک: اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲ جیب بنک حسین آگاہی، ملتان

مولانا سعید الرحمٰن علوی

آیت استخلاف کی روشنی میں

ایک من گھڑت اصطلاح کی حقیقت

قرآن مجید کی سورۃ نور کی آیت ۵۵ کے حوالہ سے اس وقت گفتگو مقصود ہے۔ جس کو بنیاد بنا کر ہمارے محترم بزرگ قاضی مظہر حسین صاحب نے "خلافت راشدہ موعودہ" کی اصطلاح وضع فرمائی اور وہ اپنی تحریرات مضامین اور رسائل میں اکثر اس کو استعمال فرماتے ہیں۔ بادی النظر میں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سیدنا الامام معاویہ بن ابی سفیان الاموی القرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت راشدہ حقہ صادقہ کو "خلافت راشدہ" سے نکال باہر کیا جائے اور ثابت کیا جائے کہ خلافت راشدہ کا تعلق انہی پاکبازان امت کے ساتھ ہے جو اس وقت مسلمان تھے جب یہ آیت نازل ہوئی، بس وہی اس آیت کے مصداق تھے۔ انہی کی خلافت درست اور صحیح ہے اس کے بعد جو ہے وہ محض ایک گوارا خلافت ہے اور بس۔

محترم قاضی صاحب! حضرت الامام خلیفہ رابع و راشد سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں پیش آنے والے واقعات کا حوالہ دیکر خلیفہ راشد و سادس سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر اکثر و بیشتر غصہ جھاڑتے رہتے ہیں اور غالباً انہیں اس سے کوئی روحانی فائدہ میسر آتا ہے کہ وہ ایک نامور صحابی رسول، کاتب وحی، پیغمبر خاتم و معصوم آخر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے برادر نسبتی، امت مسلمہ کے روحانی ماموں، بحری بیڑے کے بانی اور پیغمبر انسانیت کی دعا کے سبب ھادی و مھدی ہونے کی سعادت حاصل کرنے والے بزرگ کو ضرور خاطی ثابت کریں۔ حالانکہ حدیث کی بہت معروف و معتبر کتاب بخاری شریف میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد ان کے متعلق موجود ہے کہ "وہ فقیہ ہیں اور مجتہد" اور حضرت قاضی صاحب جیسے عالم و فاضل بزرگ خوب جانتے ہیں کہ ایک تو "مقام صحابیت" ہی بڑا مقام ہے اور کسی کو صحابی مان لینے کے بعد اس کے متعلق زبان و قلم کو منفی انداز سے حرکت میں لانا ہی صحیح نہیں بلکہ شدید جرم ہے پھر صحابیت کے ساتھ مجتہد ہونے کی سعادت بھی جسے میسر آجائے وہ نور علیٰ نور ہوجاتا ہے۔

ہم یہ بات عرض کرنا بھی لازم سمجھتے ہیں کہ حضرت محترم قاضی صاحب کے لئے ہمارے دل میں بڑا احترام ہے، اس لئے بھی کہ وہ ہمارے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد رمضان علوی قدس اللہ سرہ العزیز کے ساتھی ہیں، اس لئے بھی کہ انہیں حضرت مخدومنا و مقتدانا شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روحانی نسبت و تعلق ہے اور حضرت اقدس کے جانشین مرشدی مولانا سید اسعد زید مجدھم سے ہماری بیعت (۱۹۷۰) میں حضرت والد گرامی، استاذ مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت قاضی صاحب کی "شفاعت حسنہ" بھی شامل ہے۔ جس پر ہم ان کے حد درجہ ممنون ہیں۔ اس احسان شناسی کے جذبہ کے پیش نظر ہی ہم ان سے خط و کتابت کے ذریعہ استقامت علی الدین اور حسن خاتمہ کی دعا کی درخواست کرتے رہتے ہیں اور گاہ بگاہ خود حاضر ہو کر بھی ان سے دعا کی

درخواست کرتے رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ چکوال حاضری کے موقعہ پر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے حوالہ سے گفتگو چھڑ گئی، ہم نے بڑے ادب سے عرض کیا کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شرف صحابیت حاصل ہے امیر یزید کو نہیں اس لئے ان کے باہمی تقابل کا سوال ہی نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ امیر یزید کو امیرالمومنین اور خلیفۃ المسلمین ماننے والے صحابہ کرام کی تعداد کم نہیں صحابہ جیسے پاک بازان امت اور حامیان دین متین اور سرفروش حضرات کو امیر یزید کے معاملہ میں کوئی کوتاہی نظر آتی تو ممکن نہ تھا کہ وہ ہتھیار ڈال دیتے جن حضرات کی سرفروشی کی داستان مکہ سے مدینہ تک پھیلی ہوئی ہو۔ بدر و اُحد، حنین و تبوک کے میدان جن کی عظمت کے گواہ ہوں اور روم و ایران کی سپر پاورز جن کے جوتے کی ٹھوکر پر ہوں، جن کے قافلے چین و ہندوستان تک پہنچے ہوں، جنھوں نے نبی معصوم و مکرم ﷺ کی پیشین گوئیوں کا مصداق بننے کی غرض سے سیدنا عثمان کے دور سعادت سے لے کر سیدنا معاویہ کے دور تک (رضی اللہ تعالیٰ عنھما) سمندروں کے سینے چیرے ہوں، ان کی زبانوں کو "امیر یزید کی قوت و سطوت" گنگ کر سکتی تھی نہ ہی "اس کی توپ و تفنگ" ان کے قدم روک سکتی تھیں یہ بھی تو ہے کہ اس کی ولی عہدی سے اختلاف کرنے والے تین چار بزرگوں نے اس کے کردار کے حوالہ سے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ان کے اختلاف کی نوعیت بالکل جدا تھی اور پھر اس کے خلیفہ بن جانے پر، ولی عہدی کے مرحلہ پر اختلاف کرنے والوں نے بھی اس کی بیعت کرلی اور سیدنا حسین سلام اللہ تعالیٰ علیہ ورضوانہ نے بھی ایک خاص موڑ پر "اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دینے" کی پیشکش کر دی۔ تو اب سیدنا حسین کی شہادت کے مسئلہ پر دیومالائی افسانہ نگاری کی ہم سب کو بیخ کنی کرنی چاہیئے، اس موڑ پر تنہا سیدنا حسین کو بچاتے بچاتے ہم خود بہت سے دوسرے صحابہ کرام کے مقام کو مجروح کر دیتے ہیں، تو اگر دوسرا شیخین اور سیدنا عثمان کے دور میں صحابہ کے کردار کو مجروح قرار دے تو؟ میں نے اتنی تفصیل سے نہ سہی، بہرحال جو کہا، اس کا خلاصہ یہی تھا، مجھے حضرت محترم قاضی صاحب زید مجدھم ہی نے نہیں بلکہ اس ذوق کے مالک اور بھی حضرات نے یہی جواب دیا کہ ہمیں بزرگوں پر اعتماد کرنا چاہیئے" میں نے ایسے ہر "ناصح مشفق" کو ایک ہی جواب دیا کہ آخر صحابہ بزرگ نہیں؟ اور ان سے بڑھ کر کوئی بزرگ ہے؟ مزید خاص ایسے حضرات کے لئے جو بات وہاں عرض کی اس کا دہرانا بھی فائدہ سے خالی نہیں۔۔۔ یاد پڑتا ہے کہ میں نے حضرت قاضی صاحب سے ان کے شیخ الشیخ فقیہہ عصر، محدث لبیب مولانا رشید احمد گنگوھی قدس اللہ سرہ العزیز کے فتوی کے متعلق عرض کیا جو مطبوعہ شکل میں فتاوی رشیدیہ، میں موجود ہے اور جس میں حضرت مولانا نے سیدنا حسین کے واقعات کو ایک تاریخی عنوان قرار دے کر واضح کیا ہے کہ یہ کلام و عقائد کا مسئلہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا کی چند سطریں بڑے بڑے دفاتر پر بھاری ہیں اور عقل مندوں کے لئے ان میں عبرت و بصیرت کا بڑا سرمایہ ہے اور ہاں جناب حضرت قاضی صاحب کے شیخ اور ہم سب کے مقتدا شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کے مکتوبات میں (۴ جلدوں پر مشتمل علم و روحانیت کا عظیم سرمایہ) یزید کی ولی عہدی پر جو مکتوب ہے وہ بھی سرمہ بصیرت ہے بشرطیکہ کوئی بصیرت کا متمنی و طالب ہو، حضرت والا نے اپنے علم و روحانیت، قرآن فہمی و حدیث دانی اور فقہ و اجتہاد کے معلوم نہیں کتنے بڑے سرمایہ کو اس مکتوب میں سمو دیا ہے۔ بہرحال یہ باتیں تو محض تمہیدی تھیں، اصل قصہ سورۃ نور کی ایک آیت کا ہے جس کے حوالہ سے "خلافت

راشدہ موعودہ" کی اصطلاح وضع کر کے ایک ایسی عمارت اٹھائی گئی جس کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں۔
مولانا مودودی کی جماعت اسلامی نے ۱۹۶۴ء کے صدارتی انتخابات میں جنرل ایوب خان کے مقابل مس فاطمہ جناح کی تائید و حمایت کا اعلان کیا تو اس کے لئے مولانا مودودی اور ان کے رفقا کو "کچھ نئے اصول" بھی وضع کرنا پڑے۔
فراہی سکول کے نامور عالم مولانا امین احسن اصلاحی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

اس جماعت نے پہلے تو اسلام کے مختلف پہلوؤں پر بے شمار کتابیں لکھ لکھ کر چھاپیں ملک کے کونے کونے میں ان کو پھیلایا، اس کے کارکنوں نے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہ کتابیں مطالعہ کرائیں لیکن اب جبکہ اس کا اپنا ہی پھیلایا ہوا لٹریچر اس کے سیاسی اغراض کی راہ میں مزاحم ہو رہا ہے اور اسے ضرورت محسوس ہوئی کہ اپنی ہی حرام ٹھہرائی ہوئی بعض چیزوں کو جائز قرار دے تو اس کے لئے اس نے جھٹ "ایک اصول" گھڑ دیا کہ دین میں جو چیزیں حرام قرار دی گئی ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جن کی حرمت ابدی اور قطعی ہے، ان کی حرمت کسی حالت میں حلت سے نہیں بدل سکتی دوسری وہ ہیں جن کی حرمت شدید ضرورت کی حالت میں حلت سے تبدیل ہو جایا کرتی ہے۔

(مقالہ اصلاحی ج ا ص ۲۲۷-۲۲۸ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء)

سو جناب جماعت اسلامی نے جس طرح "حرمتوں کے ابدی و غیر ابدی، ہونے کا اصول گھڑا اسی طرح بہت سے حضرات اور جماعتیں اپنے مقاصد کے لئے اصول وضع کرتی اور گھڑتی ہیں جن میں سے "خلافت راشدہ موعودہ" کا اصول بھی ہمارے سامنے آیا اور عادلانہ و صالحانہ حکومت کا باب پیغمبر اسلام کے تیس سال بعد پر ختم کر دیا گیا، اس اصول کے لئے سہارا لیا آیت استخلاف کا، ورنہ کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ اس آیت میں "خوف کو امن" سے بدل دینے کی جو بات ہے وہ تو حضرت الامام سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی عنقا ہے۔ شاید اس کا کوئی جواب نہ ہو۔ اس لئے ہماری گزارش ہے کہ نئے نئے اصول وضع کرنے کے بجائے قرآن کریم کو اس کے آفاقی اور دائمی تناظر میں دیکھا جائے اور یہ یقین رکھا جائے کہ اس کے اصول دائمی ہیں، اس کی تعلیمات قیامت تک کے لئے ہیں۔ آج بھی کوئی اس کی تعلیم کو کماحقہ اپنائے گا تو وہی نتائج مرتب ہوں گے جو کل ہوئے۔۔ گویا

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

سب سے پہلے آیت اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

جو لوگ تم میں ایمان لائے ہیں اور ان کے عمل بھی اچھے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہوا کہ زمین کی خلافت انہیں عطا فرمائے گا۔ اس طرح جس طرح ان لوگوں کو دے چکا ہے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ نیز ایسا بھی ضرور ہونے والا ہے کہ ان کے دین کو کہ ان کے لئے پسند کر لیا گیا ہے، ان کے لئے ہمارے اور خوف و خطر کی زندگی کو امن و امان کی زندگی سے بدل دے وہ (بے خوف و خطر) میری بندگی میں لگے رہیں گے۔ اور میرے ساتھ کسی ہستی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، پھر جو کوئی اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو ایسے ہی لوگ ہیں جو نافرمان ہوئے"۔ (سورۃ نور آیت ۵۵ ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد

ترجمان القرآن ج: ۴ ص ۹۹۲- ۹۹۳ مطبوعہ دھلی ۱۹۸۹ء ساھیتہ ایڈیشن)

سچی بات یہ ہے کہ قرآن اپنی اصولی تعلیم کے لحاظ سے بہت صاف بات کہتا ہے اور اس کا نقطہ نظر بڑا واضح ہوتا ہے اس نے واضح کردیا کہ ایک صحیح حکومت کے لئے بنیادی شرط ایمان اور عمل صالح ہے۔ یہ شرائط جب اور جہاں متحقق ہوں گی وہاں مسلمانوں کو ایسی حکومت میسر آجائے گی کہ ان کا دین اس معاشرہ میں جم جائے گا۔ (قائم ہو جائے گا) اور ان کی زندگیوں میں خوف و خطر کے بجائے امن ہوگا اور وہ پورے اطمینان و امن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی، فرائض عبودیت کی ادائیگی اور مخلوق کی خدمت میں لگے رہیں گے۔ یہ شرائط متحقق نہ ہوں گی تو حکومتیں پھر بھی ہوں گی اب بھی ہیں۔ لگ بھگ ۵۰ تو مسلمانوں کی ہیں۔۔ لیکن ایسی کہ ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے کہ ان حکومتوں کی حدود میں نہ دین کا جماؤ ہے۔ نہ امن و اطمینان کی فضا ہے اور نہ ہی فرائض عبودیت کی ادائیگی اور مخلوق کی خدمت ہے۔

ماضی قریب کے ایک نامور سلفی عالم، بلند پایہ محقق و مصنف مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم فرماتے ہیں

> دین کے معنی اسلامی نقطہ نگاہ سے کامیابی کے کامل پروگرام کے ہیں۔ اس لئے جو لوگ صحیح معنوں میں مومن ہوں گے اور ان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے تجویز کردہ پروگرام کے ماتحت ہوں گے ان کا دنیا و آخرت میں کامیاب ہونا یقینی اور حتمی ہے۔ اس آیت میں قرآن نے اسی اصول کی جانب رہنمائی فرمائی ہے۔ جب تک اسلام کی پوری پابندی کرتے رہیں اس وقت تک دنیا کی قیادت کریں۔ سب سے بلند رہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساری کائنات پر حکومت کریں۔
>
> (تفسیر سراج البیان پارہ نمبر ۱۸ ص ۸۵۴ (مسلسل) مطبوعہ لاہور)

ماضی قریب ہی کے ایک خادم دین علم الاستاذ محمد محمود حجازی استاذ کلیہ اصول الدین جامعۃ الازہر مصر کی "التفسیر الواضح" کے نام سے ایک نہایت درجہ جامع اور مختصر تفسیر ہے جس میں اس آیت پر "دولۃ المؤمنین" (مسلمانوں کی حکومت) کا عنوان قائم کرکے لکھا گیا (ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے)

> اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں سے وعدہ ہے جو ایمان اور عمل صالح کی دولت سے مالامال ہیں کہ وہ انہیں یقیناً اپنی زمین میں حکومت سونپے گا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حتمی اور ان کا ارشاد سچا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ میں ایمان اور عمل صالح کی شرط لگائی اور یہ واضح ہے کہ مشروط کا تحقق شرط سے ہوتا ہے اور شرط نہ ہو تو مشروط کا پورا ہونے کا سوال نہیں۔۔۔
>
> "ولا یزال ھذا شان کل امۃ مسلمۃ" اس ساری امت کی ہمیشہ ہی یہی حالت رہے گی کہ جب اس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان رہے گا اور جن اعمال کے کرنے کا حکم ہے انہیں یہ بجا لاتی رہے گی اور معاصی سے اجتناب کرے گی۔ عدل قائم کرے گی اور حکومت کی اس شکل کا اہتمام کرے گی جس کی تصویر اللہ تعالیٰ نے کھینچی اور اپنی اجتماعیت کو قائم رکھے گی (تو تاریخ کے ہر دور میں یہی نتیجہ مرتب ہوگا)۔۔۔
>
> اور بلاشبہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا ان مسلمانوں سے ہے جن کا ایمان عمیق و مستحکم ہوگا اور جن کے اعمال خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہوں گے بے غل و غش اور وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی میں

مشغول ہوں گے جس کا اظہار "ایاک نعبد وایاک نستعین" میں ہے۔

(جزو۱۸ص۸۵ مطبوعہ قاہرہ ۱۹۷۹/۱۳۹۹)

دور حاضر ہی کے ایک صاحب علم و تقویٰ بزرگ الشیخ محمد علی الصابونی استاذ کلیۃ الشریعہ جامعۃ ام القریٰ مکہ مکرمہ اپنی نہایت درجہ قیمتی تفسیر "صفوۃ التفاسیر" میں رقم طراز ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ان لوگوں سے ہے جنھوں نے محض ایمان پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ساتھ عمل صالح کا بھی بھرپور اہتمام کیا۔ ان سے وعدہ ہے کہ انہیں زمین کی میراث عطا کی جائے گی اور انہیں اس طرح کی حکومت میسر آئے گی کہ وہ مکمل طریق سے تصرف کرسکیں گے اور یاد رہے کہ یہ وعدہ انتہائی سچا اور واضح وعدہ ہے۔ مشرق و مغرب کی فتوحات سے پہلے بھی اس کا اظہار ہو چکا اور حدیث میں اس امت کے لئے وہ بشارت اب بھی موجود ہے کہ "بلاشبہ میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی میں نے اس کے مشرقی و مغربی کناروں کو دیکھا اور یقیناً میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین سمٹ کر مجھے دکھلائی گئی"

جزو۱۸ص۲۸-۲۹

مطبوعہ بیروت ۱۴۰۱/۱۹۸۱ء

تفسیر نسفی، ہمارے ملی لٹریچر کا عظیم سرمایہ ہے اس کے فاضل مؤلف لکھتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ یہ وعدہ نبی علیہ السلام اور ان کے رفقا سے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے یہ وعدہ محض مہاجرین سے ہے جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ وعدہ عام ہے جس میں فرمایا گیا "دنیا میں جہاں جہاں رات کی تاریکی پہنچتی ہے وہاں تک اللہ تعالیٰ کا یہ دین بھی پہنچے گا" (ج ۳ ص ۱۱۶ مطبوعہ مصر)

آیت کریمہ کے آخری ٹکڑے "ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون" کے ضمن میں صاحب تفسیر نسفی نے لکھا کہ

اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت (حکومت عادلہ صالحہ راشدہ) کی ناشکری اور ناقدری کی اور سب سے پہلے کفر و فسق کا راستہ اختیار کیا وہ لوگ ہیں جنھوں نے سیدنا و مخدومنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے خلیفہ راشد و عادل اور محسن امت کو مظلومانہ انداز سے شہید کیا (ایضاً ص ۱۱۷)

علامہ زمخشری کی تفسیر "الکشاف" عربی زبان و ادب کے حوالہ سے جس اہمیت کی حامل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس تفسیر کے ذریعہ قرآنی زبان و ادب کا ستھرا ذوق پیدا ہوتا ہے اور قرآنی بلاغت کے اسرار و رموز سامنے آتے ہیں۔ اس تفسیر میں حضرات خلفاء راشدین کی خلافت و حکومت کے ضمن میں سوال اٹھایا گیا کہ آیا اس آیت میں ان کے لئے کوئی دلیل ہے اس کا جواب دیا گیا کہ

"ان حضرات کے لئے بڑی واضح اور ظاہر دلیل ہے کیونکہ ایمان و اعمال صالحہ کی دولت بے کراں سے سرشار، نبی علیہ السلام کے بعد حکومت کرنے والے سب سے بڑھ کر وہی تو ہیں (ج ۳ ص ۷۴ مطبوعہ بیروت)

یہ بات بڑی اہم اور وزنی ہے کہ اگر امت میں ایمان و اعمال صالحہ کے حساب سے سب سے بڑھ کر کسی جماعت و

طبقہ کا مقام ہے تو وہ بلاشبہ حضرات صحابہ کرام کی پاکباز جماعت ہے جن میں کسی ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کے فرد کے مقابل ساری دنیا کے ارباب علم و فضل اور اصحاب صلاح و تقویٰ پانی بھرتے نظر آئیں گے کہ انہیں حضرت رسالت مآب سلام اللہ تعالیٰ علیہ وصلاتہ کی زیارت و محبت کا جو شرف حاصل ہوا وہ بعد والوں کو کہاں ملا؟

تاہم آیت کے ضمن میں ابتدائی گفتگو سے جو اشارات سامنے آئے ہیں وہ اس بات کے غماز ہیں کہ یہ وعدہ ساری امت کے لئے ہے لیکن امت کے ان افراد کے لئے جو ایمان و یقین کی حقیقی روح سے سرشار ہوں گے اور جو رسمی اور زبانی نہیں فی الواقع اعمال صالحہ کی دولت سے مالامال ہوں گے (ص ۴۷)

اور یہ بات بھی اپنی جگہ واضح ہے کیونکہ سوال محض حکومت و سلطنت کا نہیں وہ تو دنیا میں جب بھی اور اب بھی بہت سے غیر مسلموں کو بھی حاصل تھی اور ہے۔ اس طرح بہت ہے "برعکس نہند نام زنگی کافور" کے مصداق مسلمان حکمران بھی ہمارے سامنے ہیں جن کے اعمال ملت کی بدنامی کا سبب تو ہیں اور کچھ نہیں، خاص طور پر اپنے ملک کے حوالہ سے یہاں کے قائداعظم سے لے کر موجودہ شیر پاکستان تک سبھی کا معاملہ ایسا ہے کہ سچ کہوں تو صم ہری ہری کرے، جہاں نہ ایمان کامل ہو نہ اعمال صالحہ، وہاں ایک عادلہ، صالحہ اور راشدہ خلافت کا کیا کام؟ اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج کا کیا سوال؟

اب آئیں اس تفسیر کی طرف، جو "التفسیر الکبیر" کے نام سے معروف ہے اور حضرت الامام فخرالدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سالوں کی کاوش کا بہترین ثمرہ۔

حضرت الامام نے اپنے خاص ذوق کے مطابق آیت مبارکہ سے ثابت ہونے والے مسائل و نکات کو واضح کیا اور ہمارے محترم قاضی مظہر حسین صاحب اور ان کے ذوق و مسلک سے تعلق رکھنے والے حضرات جن کی زبانیں اور قلم سیدنا الامام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آ کر رک جاتے ہیں ان حضرات کے قافلہ میں حالیہ ایام میں کھل کر شامل ہونے والے ہمارے محترم بزرگ سید انور حسین نفیس رقم زید مجدھم ہیں، جنہوں نے ہمارے دوست قاری قیام الدین صاحب خطیب پنڈ دادن خان کی کتاب "سیدنا امیر معاویہ" کے مقدمہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑے اہتمام سے "خاتم الخلفاء الراشدین" لکھا) ان کے لئے امام کا یہ ارشاد بطور خاص توجہ طلب ہے کہ

> "معلوم ہونا چاہیئے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلافت ان اوصاف کے ساتھ جن کا ذکر ہے، حضرات ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے زمانہ میں نظر آتی ہے کہ ان تین بزرگوں کے ادوار میں بڑی بڑی فتوحات حاصل ہوئیں۔ مسلمانوں کو زمین میں حقیقی قوت میسر آئی، دین کا غلبہ ہوا اور ہر طرف امن کی فضا سامنے آئی۔ جبکہ سیدنا علی کے دور سعادت میں ایسا نہ تھا کیونکہ کفار سے جہاد کے بجائے وہ اھل صلاۃ و قبلہ سے حالت جنگ میں رہے الخ
>
> (ج ۲۴ ص ۲۵ مطبوعہ ایران)

آگے چل کر امام فرماتے ہیں۔

> "بلاشبہ استخلاف و خلافت ان معنی میں تمام مخلوق کو حاصل ہے کیونکہ اس کا آیت میں ذکر فی الحقیقت ایک طرح کی بشارت ہے (گویا جب اور جہاں ایمان و اعمال صالحہ کی شرط کماحقہ پوری ہوگی اس طرح

کے نتائج مرتب ہوں گے) (ایضاً)

صدیوں سے ہمارے مدارس میں زیر تدریس مختصر تفسیر جلالین کے نام سے ہر طالب علم واقف ہے اس میں بڑے اختصار کے ساتھ جو نقطہ نظر سامنے آتا ہے وہ کچھ اس طرح کا ہے کہ مطلقاً مسلمانوں کا کافروں کی جگہ برسر اقتدار آنا اس وعدہ کا تقاضہ ہے۔ ہر وہ دور جس میں اسلام بہ حیثیت مجموعی ظاہر و غالب ہو اور مسلمانوں کی حدود مملکت میں وسعت ہو وہ سب اس وعدہ میں شامل ہے اور انہوں نے یہ بھی واضح کیا کہ آیت کے آخر میں اس نعمت کے کفران و ناشکری کرنے والے جن افراد کو "فاسق" سمجھا گیا ان کا ولین مصداق وہ لوگ ہیں جنھوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا۔ اس حادثہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو آپس میں بھائی بھائی تھے وہ آپس میں الجھ پڑے (ص ۴۶۲، مطبوعہ لبنان ۱۴۰۲ھ)

اب ہم آتے ہیں ایک صوفی بزرگ خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہ کی اس عظیم تفسیری کاوش کی طرف جو فارسی زبان میں "کشف الاسرار وعدۃ الابرار" کے نام سے متعدد جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اس تفسیر میں خواجہ مرحوم کے قلم سے عجیب عجیب نکات سامنے آتے ہیں اور طالبان علم ان سے اپنے دامن بھرتے ہیں۔ اس تفسیر میں خواجہ اقدس فرماتے ہیں۔

ممکن ہے کہ اس وعدہ سے مراد زمین مکہ کی فتح ہو اور یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ آیت مبارکہ کا مصداق ساری زمین کے وہ دیار و ممالک ہوں جہاں اللہ تعالیٰ کو اسلام کا پہنچانا مقصود تھا اور کفر و شرک کا زوال جہاں سے ہونا تھا، اس کی تائید اس مشہور آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں "تمام ادیان پر دین اسلام کے غالب آنے کا تذکرہ ہے اور مزید اس کی دلیل پیغمبر خاتم و معصوم آخر صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جس میں فرمایا گیا کہ "اللہ تعالیٰ کی زمین پر کوئی کچا اور پکا مکان اور خیمہ ایسا نہ ہوگا جہاں اللہ تعالیٰ کا دین داخل نہ ہو، کچھ تو خوش دلی سے قبول کر کے عزت پالیں گے کچھ دین اسلام کے سامنے ویسے ہی دم توڑ دیں گے اور انہیں اس کا بہر حال غلبہ ماننا پڑے گا (ج ۶ ص ۵۵۹ مطبوعہ تہران ۱۳۹۱ھ)۔

اور ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

آیت میں ان ائمہ کی طرف اشارہ ہے جو ملت کے سرکردہ افراد اور اسلام کے لئے بمنزلہ رہنماؤں کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ناصح یہ حضرات تین قسم کے ہیں۔ علماً و فقہاً جن کی طرف عبادات و معاملات کے شرعی احکام معلوم کرنے کے لئے رجوع کیا جاتا ہے ایک قسم اہل معرفہ اور اصحاب حقائق کی ہے اور تیسری قسم مخصوص ترین حضرات میں سے بھی اہل اختصاص کی ہے یعنی مقربین بارگاہ الست"۔

(ج ۶ ص ۵۷۳-۵۷۴)

چونکہ ہم نے ابتدا میں عرض کیا کہ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہ ایک باکمال صوفی اور صاحب معرفت بزرگ ہیں اس لئے دوسرے اقتباس میں ان کا وہ خاص ذوق نظر آتا ہے۔ بہر حال یہ ایسی بات نہیں جسے ایسے ہی نظر انداز کر دیا جائے۔ قرآن کریم کے بعض دوسرے مقامات سے بھی اس قسم کے اشارات سامنے آتے ہیں مثلاً سورۃ نسآ کی آیت ۵۹ جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی غیر مشروط اطاعت کے ساتھ "اولی الامر منکم" کی مشروط

اطاعت کا حکم ہے۔ اس میں "اولی الامر منکم" سے "ولاۃ" (ارباب اختیار و اقتدار) کے ساتھ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بعض قد آور شخصیات نے "علماً و فقہاً اور اصحاب اجتہاد کو بھی مراد لیا" اسی طرح آیت استخلاف میں حضرت خواجہ نے علما اہل معرفہ اور ان میں سے بھی خصوصی حضرات کا جو ذکر کیا، تو اس کی بھی ایک اہمیت ہے اور سچ پوچھیں تو حکومت عادلہ صالحہ صادقہ راشدہ کے لئے ایسے ہی حضرات کار آمد ہوتے ہیں جو علم و معرفت کی بلندیوں پر فائز ہوں۔ دیکھیں بنی اسرائیل کے ایک طبقہ نے پیغمبر وقت سے "ملک" کی درخواست کی جس کی قیادت میں جہاد کا فریضہ ادا کیا جاسکے تو اللہ تعالیٰ نے جناب طالوت کو تجویز کیا جو بنی اسرائیل کے نک چڑھے سرداروں کے مقابلہ میں معاشی اعتبار سے کم درجہ کے آدمی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہیں علم و جسم کے اعتبار سے امتیازی مقام میسر ہے (البقرہ: ۲۴۷) اس مقام کی وضاحت صاحب جلالین نے کی وہ اس وقت بنی اسرائیل میں سب سے بڑھ کر صاحب علم، جوان رعنا، مضبوط جسم کے مالک اور حسن تخلیق کا شاہکار تھے (ص ۵۴)

ہمارے تفسیری سرمایہ میں تفسیر ابن کثیر کو بڑا امتیازی مقام حاصل ہے کہ اس کے مؤلف ہمہ صفت موصوف بزرگ ہیں، مفسر، محدث، سیرت نگار، مورخ اور بہت سے علوم کے جامع، ان کی تفسیر کا خصوصی تعارف یہ ہے کہ یہ اس ذات اقدس ﷺ کے ارشادات آیات قرآنی کی تفسیر و توضیح میں سب سے بڑھ کر نقل کرتے ہیں، جس پر قرآن اترا، ساتھ ہی اقوال صحابہ کرام کو بہت اہتمام سے ذکر کرتے ہیں ان کا کہنا ہے۔

> یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول سے وعدہ ہے کہ رب العزت "ان کی امت" کو "خلفاء الارض" بنائے گا یعنی لوگوں کا امام اور ان پر حکمران۔" (ساری امت سے وعدہ" خاص طور پر غور طلب ہے)
>
> (ج ۳ ص ۳۰ مطبوعہ لاہور ۱۳۹۳/۱۹/۳)

اور حضرت قاضی صاحب اور ان کے ہم ذوق حضرات کے لئے ان کا یہ ارشاد بھی غور طلب ہے کہ اس وعدہ کے ایفا کی انتہائی شکل سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت تک ہو گئی کہ معلوم دنیا کا غالب حصہ فتح ہو گیا اور متمدن ترین حکومتیں زیر وزبر ہو گئیں مشرق و مغرب کے خزانے مدینہ میں پہنچ گئے اور مشرق و مغرب کے نامور حکمران معزول و مخذول ہو گئے (ص ۳۰)

انہوں نے مزید صحیح بخاری کے حوالہ سے وہ حدیث نقل کی جس کا حوالہ ابھی خواجہ عبداللہ انصاری کے تفسیری نوٹس کے ضمن میں سامنے آیا اور اس سے یہی ثابت کیا کہ اس آیت میں امت کے ہر دور و ہر زمانہ اور ہر فرد کے لئے ایک بشارت و خوشخبری ہے (ص ۳۰)

اور پھر حضرت الامام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحیح کے حوالہ سے بطور خاص قریش میں سے بارہ خلفاء کی روایت نقل کی اور یاد رہے کہ معروف حنفی محدث و فقیہ حضرت ملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول ان بارہ میں سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ جناب امیر یزید، مروان، عبدالملک، ولید و سلیمان اور عمر بن عبدالعزیز وغیرہ شامل ہیں (تفصیل کے لئے دیکھیں مشکوۃ کی شرح مرقاۃ، اور ہم اپنی ایک تحریر مطبوعہ بطور مقدمہ کتاب "خلفاء راشدین حسن کردار و عمل" میں اس پر مفصل گفتگو کر چکے ہیں) اور اس تحریر کے آخر میں ہم "الجامع الاحکام القرآن" سے تفصیلی گفتگو نقل کر رہے ہیں، جو عام طور پر تفسیر قرطبی کے نام سے معروف و مشہور

ہے اس عظیم الشان تفسیری سرمایہ کی ترتیب کا سہرا حضرت ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی رحمہ اللہ تعالی کے سر ہے اور جو ۱۹۶۵ء میں بیروت، لبنان سے شائع ہوئی۔ ہم نے حضرت الامام سید محمد انور شاہ کاشمیری قدس سرہ کے شاگرد رشید مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالی کی زبانی سنا کہ

"جس عالم کے کتب خانہ میں تفسیر قرطبی نہیں اس کا نہ کتب خانہ مکمل ہے نہ اس کا علم"

واقعہ یہ ہے کہ اس تفسیر میں جو جامعیت ہے وہ اس کا امتیازی مقام ہے۔ آئیں دیکھیں کہ اس تفسیر کے فاضل مؤلف و مرتب اس معرکتہ الارا آیت کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

"روایت ہے کہ بعض صحابہ کرام نے نبی علیہ السلام کے حضور ان حالات کا ذکر کیا جن سے وہ دو چار تھے دشمن کی مسلسل ریشہ دوانیاں، خوف کی کیفیت اور یہ کہ انہیں مسلسل مسلح رہنا پڑتا ہے وہ اسلحہ اپنے جسم سے اتار نہیں سکتے۔ اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی اور تسلی دی کہ جلد ہی حالات بدل جائیں گے"

آگے فرماتے ہیں۔

نبی علیہ السلام اور عرب کے رفقاً نزول وحی کے بعد ۱۳ برس مکہ معظمہ میں رہے۔ خوف و پریشانی کے عالم میں، اس دوران کبھی علانیہ اور اکثر خفیہ اپنے رب کی طرف دوسروں کو دعوت دیتے حتیٰ کہ ہجرت کا مرحلہ آیا اب بھی یہ حال تھا کہ صبح خوف تو شام کو مسلح ہو کر رات گزارنا ان کا مقدر تھا۔ ان حالات میں ایک صاحب نے عرض کیا۔۔۔ آقا۔ ہم پر وہ دور آئے گا کہ ہم امن کے حال میں ہوں گے، اسلحہ سے آزاد! آپ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں، بس تھوڑے دنوں کی بات ہے پھر ایسا ہو گا کہ تم میں ایک شخص ایک بڑے مجمع میں اس طرح بیٹھے گا کہ اس کے پاس کوئی اسلحہ نہ ہو گا اس ضمن میں یہ آیت اتری۔ نبی علیہ السلام کو اللہ تعالی نے جزیرۃ العرب پر غلبہ عطا فرمایا، ہر وقت مسلح رہنے کا دور لد گیا۔ امن ہو گیا علمأ کے بقول اس آیت میں رسالت مآب کی رسالت و نبوت کی عظیم الشان دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے فرمایا اسی طرح اپنے وعدے کو پورا کیا (ص ۲۹۷ جلد ۲۲)

آگے فرماتے ہیں۔

علمأ کے ایک بڑے طبقہ کی رائے ہے کہ یہ وعدہ ساری امت کے لئے ہے۔ (پھر انہوں نے زمین کو سمیٹے جانے کی وہ روایت بیان کی جس کا ذکر پہلے گذرا) جناب ابن عطیہ فرماتے ہیں "صحیح بات یہ ہے کہ آیت میں اصل اشارہ یہ ہے کہ اس میں تمام امت و جمہور کی حکومت مراد ہے" اور حضرت ابن العربی فرماتے ہیں۔ کہ ہماری رائے یہ ہے کہ یہ وعدہ نبوت اور خلافت کے حق میں عام ہے ساتھ ہی دعوت کی اقامت اور شریعت کے عموم کے حوالہ سے بھی یہی وعدہ ہے۔ چنانچہ ہر شخص کے حق میں یہ وعدہ اپنے اپنے انداز اور اپنے اپنے حالات کے حوالہ سے پورا ہوا حتی کہ مفتی، قاضی، اور حکمران سبھی اس میں شامل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ابتدا میں مغلوب تھے اللہ تعالی نے انہیں غالب کر دیا، پہلے وہ اس حال میں تھے کہ لوگ باگ انہیں اپنی زیر پر رکھتے اب معاملہ برعکس ہو گیا۔ امن و عزت کی یہ آخری سٹیج ہے

جس سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نوازا۔ (ایضاً ص۲۹۸) چند سطر بعد ہے

یہی صحیح بات یہ ہے کہ آیت کریمہ ساری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے حق میں عام ہے۔ کسی خاص طبقہ کے ساتھ خاص نہیں۔۔۔ "زمین میں حکومت کے وعدہ" سے بقول ابن العربی صحیح روایت کے مطابق عرب و عجم کے شہر اور ملک مراد ہیں (ایضاً ۲۹۹)

حرف آخر کے طور پر شیخ قرطبی نے حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کی وہ روایت نقل کی جس کا حوالہ دوسری تفاسیر کے حوالہ سے پہلے بھی گزرا کہ کچے پکے مکان میں اسلام بہر طور داخل ہوگا اور فرمایا کہ

سیاست و اجتماعیت کے معروف امام علامہ ماوردی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو بطور دلیل و حجت کے نقل کیا کہ "زمین کی حکومت سے مراد" عجم و عرب کے شہر ہیں (جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہر دور اور ہر زمانہ کے مسلمانوں کے لئے ہے۔ بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مطلوبہ معیار کے ایمان و اعمال صالحہ کے حامل ہوں گے) (ایضاً ص۳۰۰)

قرآن کریم کی سورۃ نور کی آیت نمبر ۵۵ جیسا کہ عرض کیا گیا "آیت استخلاف" کے نام سے معروف ہے شیعہ حضرات نے اپنی کج فکری اور بے راہ روی کے پیش نظر اس کی جو تحریف کی اس پر حضرت امام اہلسنت مولانا عبدالشکور لکھنوی قدس سرہ کی تحریر اپنی مثال آپ ہے جس کا مطالعہ ہر صحیح الفطرت سنی کے لئے ضروری ہے بلکہ مولانا کے جتنے مضامین میسر آئیں ان کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔ ہم نے دور حاضر کے ایسے بزرگوں کا تعاقب کرنا ضروری سمجھا جو اسلام جیسے ابدی اور ہمیشہ باقی رہنے والے دین کو ابتدا کے تیس سالوں میں محدود و مقید کر کے "خلافت راشدہ موعودہ" کی اصطلاح وضع کر کے ایک طرح کی تحریف کی جسارت فرماتے ہیں (اللہ تعالیٰ ایسی جسارتوں سے اپنی پناہ میں رکھے اور ان کا اور ہمارا انجام بخیر فرما کر اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کی اصطلاح اور سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائے) ہم نے تعاقب کرتے ہوئے بہت کم اپنی طرف سے کچھ عرض کیا، عرض کیا تو قدیم و جدید ذمہ دار مفسرین کے حوالہ سے، جن کے تفسیری ارشادات کو چیلنج کرنا بہر حال آسان نہیں۔ ہماری خواہش محض یہ ہے کہ من گھڑت اصطلاحات کا سہارا نہ لیا جائے اور نہ ہی مزعومہ خیالات کے لئے قرآنی آیات کو تختہ مشق بنایا جائے۔ اصولی بات جو قرآن نے کہی اسے اسی شکل میں مانا اور تسلیم کیا جائے اور اس پر ایمان رکھا جائے کہ پہلے ادوار میں جو حضرات قرآن و حدیث کے مطلوبہ ایمان و اعمال صالحہ کے حامل تھے اور جو آئندہ ہوں گے، اس آیت کا وعدہ ان سب سے ہے جیسا کہ ذمہ دار حضرات مفسرین نے تصریح کی۔ رہ گیا ابتدائی دور کے بزرگ صحابہ کرام کا معاملہ، تو ان کی عظمت بعد کے ہر شخص و طبقہ کے مقابلہ میں سب سے بڑھ کر ہے اور ان میں جو ترتیب ہے یعنی ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن، معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی ترتیب سے ان کا مقام ہے اور اس ترتیبی مقام کا لحاظ بہر طور ضروری ہے کہ فرق مراتب نہ کرنا بھی زندیقی ہے۔ اسی لئے حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ تعالیٰ نے مولانا ظفر علی خان مرحوم کے معروف شعر

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکر و عمر، عثمان و علی
ہم مرتبہ ہیں یاران نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

ہم مرتبہ ہیں کی اصلاح "ہم مسلک" سے کی کہ وہ بہر حال ہم مرتبہ نہیں"

(5)

قسط ۵

مفتی ابو معاویہ منظور احمد تونسوی

آزر ــــ کون ؟

چند شبہات کا ازالہ

آزر حدیث اور شارحینِ حدیث کی نظر میں

بخاری شریف میں ہے :۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یلقی ابراھیم اباہ آزر یوم القیامۃ وعلی وجہ آزر قترۃ و غبرۃ فیقول لہ ابراھیم الم اقل لک لا تعصنی فیقول ابوہ فالیوم لا اعصیک فیقول ابراھیم یارب انک وعدتنی ان لا تخزنی یوم یبعثون فای خزی اخزی من ابی الابعد فیقول اللہ انی حرمت الجنۃ علی الکافرین ثم یقال یا ابراھیم ما تحت رجلیک فینظر فاذا ھو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے روز حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کو اس حال میں پائیں گے (ملاقات کریں گے) کہ آزر کا چہرہ سیاہ اور خاک آلود ہو چکا ہوگا اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے فرمائیں گے کہ کیوں میں نے تمہیں دنیا میں ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ میری نافرمانی اور حکم عدولی نہ کرو ! تو اس پر آزر جواب دے گا کہ آج میں تیری نافرمانی نہیں کروں گا اس پر ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے درخواست کریں گے کہ اے پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ قیامت کے دن تو مجھ کو ذلیل و رسوا نہیں کرے گا تو اس رحمت سے دور

بذبح متلطخ فیوخذ بقوائمہ فیلقیٰ فی النار؛ (بخاری کتاب الانبیاء مطبوعہ اصح المطابع دہلی صد ۴۷۳ ج ۱ -

کیئے ہوئے باپ سے بڑھ کر اور کیا رسوائی ہوگی - اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے کافروں پر جنت حرام فرمادی ہے پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اے ابراہیم تیرے پاؤں کے نیچے کیا چیز ہے ابراہیم علیہ السلام دیکھیں گے تو وہ ضبع (کفتار) کی صورت میں اپنے گوبر میں لت پت ہوگا پھر اس کے پاؤں سے پکڑ کر دوزخ میں ڈالا جائے گا -

اس حدیث کی شرح میں علامہ امام ابن حجرؒ نے فتح الباری میں دو تین صفحات پر بحث فرمائی ہے اس طویل عبارت کے کچھ اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں فرماتے ہیں :-

قولہ فیقول ابراھیم یا رب انک وعدتنی ان لا تخزنی یوم یبعثون فای اخزیٰ من ابی الابعد) وصف نفسہ بالابعد علیٰ طریق الفرض اذ لم تقبل شفاعتہ فی ابیہ وقیل الابعد صفۃ ابیہ ای انہ شدید البعد من رحمۃ اللہ لان الفاسق بعید منہا فالکافر ابعد (الیٰ ان قال) فی روایۃ ابراھیم بن طھمان فیؤخذ عنہ فیقول یا ابراھیم این ابوک قال انت اخذتہ

خلاصہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان کہ قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام کہیں گے اے پروردگار آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے رسوا نہیں کرے گا تو میرے ابعد باپ سے زیادہ کیا رسوائی ہوگی شارح علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ابعد کے لفظ میں دو احتمال ہیں ۱ یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے ابعد کے لفظ کے ساتھ اپنے آپ کو متصف فرمایا ہے اور یہ علیٰ طریق الفرض یعنی بطور فرض کے فرمایا اس لئے کہ ان کی شفاعۃ ان کے باپ کے حق میں قبول نہیں کی جائیگی ۲ یہ کہ بعض نے فرمایا کہ ابعد آزر کی صفت ہے کیونکہ وہ بوجہ کافر ہونے کے اللہ کی رحمت سے بہت دور (ابعد) ہوگا -

مسنى قال انظر اسفل فينظر
فاذا ذيخ يتمرغ فى نتنه
وفى رواية ايوب فيمسخ الله اباه
ضبعا فيأخذ بانفه فيقول يا
عبدى ابوك هو فيقول لا وعزتك
وفى حديث ابى سعيد فيحول
فى صورة قبيحة وريح منتنة
فى صورة ضبعان. زاد ابن
المنذر من هذا الوجه فاذا
رآه كذا تبرأ منه قال
لست ابى والذيخ بكسر الذال
المعجمة بعدها تحتانية ساكنة
ثم خاء معجمة ذكر الضباع
وقيل لا يقال له ذيخ الا اذا
كان كثير الشعر والضبعان
لغة فى الضبع وقوله متلطخ
قال بعض الشراح اى فى رجيع
اودم اوطين وقد عينت الرواية
الاخرى المراد فانه الاحتمال
الاول حيث قال فيتمرغ فى
نتنه قيل الحكمة فى مسخه
لتنفر نفس ابراهيم منه ولئلا
يبقى فى النار على صورته فيكون
فيه غضاضة على ابراهيم

رحمتِ الٰہیہ سے نافرمان (عاصی) اور بعید (دور)
ہوتا ہے اور کافر بہت دور (بعید) ہوتا ہے
چند سطر بعد لکھتے ہیں: ابراہیم بن طہمان
کی روایت میں ہے کہ آزر کو پکڑ لیا جاوے گا تو
ابراہیم علیہ السلام سے کہا جائے گا تیرا باپ
کہاں ہے ابراہیم علیہ السلام جواباً فرمائیں گے
کہ اے اللہ تو نے اسے پکڑ لیا ہے اللہ تعالیٰ
فرمائیں گے نیچے دیکھ جب ابراہیم علیہ السلام
نیچے دیکھیں گے تو ضبع (کفتار) کی صورت میں
ہوگا اور گندگی میں لت پت ہوگا۔ اور ایوب
کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام
کے باپ کی صورت مسخ کردیں اور وہ (کفتار)
ضبع کی صورت میں کر دیا جائے گا اور اس کے
ناک سے پکڑ کر ابراہیم علیہ السلام سے کہا
جائے گا کہ اے میرے بندے یہ تمہارا باپ
ہے۔ ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے نہیں۔
تیری عزت کی قسم یہ میرا باپ نہیں۔ اور ابوسعید
کی حدیث میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے
باپ نہایت قبیح صورت میں بدل دیئے جائیں گے
اور اس سے بدبو آرہی ہوگی اور وہ ضبع (کفتار)
کی شکل میں مسخ ہوچکا ہوگا۔ ابن منذر نے اتنا
اضافہ اور کیا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام اپنے
باپ آزر کو اس صورت میں دیکھیں گے تو اس
سے لاتعلقی کا اظہار فرمائیں گے اور یہ بھی فرمائیں

وقيل الحكمة فى مسخه ضبعاً ان الضبع من احمق الحيوان وآزر كان من احمق الانسان لانه بعد ان ظهر له من ولده من الآيات البينات اصر على الكفر حتى مات واقتصر فى مسخه على هذا الحيوان لانه وسطه فى التسوية بالنسبة الى ما دونه كالكلب والخنزير والى ما فوقه كالاسد الى ان قال) وفى رواية فلما مات لم يستغفر له ومن طريق على بن ابى طلحة عن ابن عباس نحوه قال استغفر له ما كان حيا فلما مات امسك واورده ايضا من طريق مجاهد و قتادة وعمرو بن دينار نحو ذالك - وقيل انما تبرأ منه يوم القيامة لما يئس منه حين مسخ على ما صرح به فى رواية ابن المنذر التى اثرت اليها وهذا الذى اخرجه الطبرى ايضا من طريق عبد الملك بن ابى سليمان سمعت سعيد بن

گئے کہ تو میرا باپ نہیں ہے - آگے لفظ ضبع کے ضبط کا طریق بیان کرتے ہیں کہ پہلے ذال کسورہ ہے اس کے بعد یا تحتانیہ ساکنہ ہے پھر خا معجمہ اور یہ مذکر ضبع کا نام ہے، اور بعض نے کہا کہ ذیخ اس ضبع کو کہتے ہیں جو بہت زیادہ بالوں والا ہو، اور ضبعان بھی ایک لغت ہے ضبع میں اور حدیث کا لفظ متلطخ کے معنی میں بعض شراح حدیث سے منقول ہے کہ اس سے مراد گوبر یا خون یا کیچڑ ہے اور اس معنی کی تائید ایک اور روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں فیتمرغ فی نتنه کے الفاظ ہیں - بعض نے کہا ہے کہ آزر کی شکل مسخ ہونے میں یہ حکمت تھی تاکہ ابراہیم علیہ السلام کو اس سے نفرت پیدا ہو جائے، اور تاکہ وہ اپنی اصلی صورت میں آگ میں نہ ڈالا جائے کہ اس سے ابراہیم علیہ السلام کو شرمندگی ہو - اور بعض نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ آزر کو ضبع کی شکل میں اس لئے مسخ کیا جائے گا کہ ضبع (کفتار) ایک احمق جانور ہے اور آزر بھی احمق البشر (تمام انسانوں سے زیادہ احمق) تھا کیونکہ ان کے سامنے ان کے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پر کئی معجزات ظاہر ہو چکے تھے اور وہ ان کا مشاہدہ کر چکا تھا پھر بھی کفر پر بضد رہا یہاں تک

جبیر یقول ان ابراهیم یقول
یوم القیامة رب والدی
فاذا کان الثالثة اخذ بیده
فیلتفت الیه وهو ضبعان
فتبرأ منه ومن طریق عبید
بن عمیر قال یقول ابراهیم
لابیه انی کنت آمرك فی الدنیا
وتعصینی ولست تارکك الیوم
فخذ بحقوی فیأخذ بضبعیه
فیمسخ ضبعًا فاذا رأه ابراهیم
مسخ تبرأ منه ویمکن الجمع
بین القولین بانه تبرأ منه
لما مات مشرکًا فترك الاستغفار
له لکن لما رأه یوم القیامة
ادرکته الرأفة والرقة
فسأل فیه فلما رآه مسخ
یئس منه حینئذٍ فتبرأ منه
تبرأ ابدًا الخ۔

(فتح الباری شرح البخاری مطبوعہ
دار احیاء التراث العربی بیروت ص۴۰۵، ج۶)

کہ کفر پر ہی مرگیا تو ضبع (کفتار) کی صورت میں
مسخ اس لئے کیا جائے گا کہ یہ درمیانی قسم کا
جانور ہے باعتبار خست و رذالت کے خنزیر
و کتے سے بڑا ہے اور باعتبار شر کے
چھوٹا ہے یہاں تک کہ ایک روایت
میں ہے کہ جب آزر اسی کفر کی حالت
میں مرگیا تو پھر ابراہیم علیہ السلام اس
کے لئے دعاء مغفرت کرنے سے رک
گئے۔ مجاہدؒ اور قتادہؒ اور عمرو بن دینارؒ
کے طریق سے ایسے ہی منقول ہے اور بعض
نے کہا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام قیامت
کے دن آزر سے جب مایوس ہو جائیں گے
اور اس کی شکل مسخ کر دی جائے گی تو اس
سے بری ہو جائیں گے۔ ابن منذرؒ کی روایت
میں اسی طرح صراحت کی گئی ہے جس کی طرف
پہلے میں اشارہ کر چکا ہوں، اور یہ وہی روایت
ہے جس کو طبریؒ نے عبدالملک بن ابی سلیمان
کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں
میں نے سعید بن جبیرؓ سے سنا ہے حضرت
سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام
قیامت کے روز فرمائیں گے کہ میرے رب
میرے باپ کو بچالے، اے میرے رب
میرے والد کو بچالے۔ جب تیسری دفعہ

سفارش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر اس کی طرف متوجہ کریں گے تو ابراہیم علیہ السلام جب اپنے باپ آذر کی طرف متوجہ ہوں گے تو وہ ضبعان (کفتار) کی صورت میں بدل چکے ہوں گے تو وہ اس سے لاتعلق (بری) ہو جائیں گے۔ اور عبید بن عمیر کے طریق سے یوں مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے فرمائیں گے کہ میں دنیا میں تجھے (توحید و اسلام) امر کرتا تھا اور تو میری نافرمانی کیا کرتا تھا میں تجھے آج بھی نہیں چھوڑوں گا۔ سو تو میری چادر کو پکڑ، تو آذر کی صورت مسخ ہو جائے گی اور وہ ضبع (کفتار) کی شکل میں مسخ ہو جائے گا جب ابراہیم علیہ السلام اس کو ضبع (کفتار) کی صورت میں دیکھیں گے تو اس سے برأت (لاتعلقی) اختیار کر لیں گے اور ان دونوں باتوں میں مطابقت و جمع کا طریق ممکن ہے کہ جب آذر حالت شرک میں مرا تو ابراہیم علیہ السلام اس سے بری ہو گئے، اور اس کے حق میں دعا (مغفرت کرنا چھوڑ دیا لیکن قیامت کے دن جب ابراہیم علیہ السلام اپنے ابا آذر کو دیکھیں گے تو نرمی اور شفقت غالب آ جائے گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے آذر کے متعلق سفارش کر بیٹھیں گے لیکن جب اس کو مسخ شدہ صورت میں دیکھیں گے تو پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس سے بری ہو جائیں گے

کشفِ سبائیت — ایک اہم اعلان

قارئین بخوبی آگاہ ہیں کہ ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت اپنے روزِ اول سے دشمنانِ خدا و رسول اور معاندینِ اصحاب و ازواجِ رسول (علیہم الرضوان) کے محاسبہ و تعاقب میں مصروف ہے۔ اس عرصۂ جہاد کو چار برس بیت چکے ہیں الحمدللہ ہم اب بھی اسی راہِ مستقیم پر گامزن ہیں۔

چکوال کے سبائی فتنہ کے بزرجمہروں اور ان کے اعوان و انصار کے صحابہ دشمن افکار و اعمال کے رد میں "کشفِ سبائیت" کے عنوان سے ایک مستقل سلسلۂ مضمون چل رہا ہے۔ جس میں مولانا ابو ریحان سیالکوٹی مدظلہ نے دلائل و براہین سے چکوالی سبائیوں اور سنی نما رافضیوں کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔

"نقیب ختم نبوت" کے صفحات میں اتنی گنجائش نہیں ہوتی کہ "کشفِ سبائیت" کا زیادہ سے زیادہ مضمون اس میں آ جائے۔ اگر ایسا کیا جائے تو دوسرے مضامین متأثر ہوتے ہیں۔ بہت سے احباب کے مشورہ و اصرار پر فیصلہ کیا گیا ہے کہ کشفِ سبائیت کا زیادہ سے زیادہ حصہ بطور ضمیمہ کے علیحدہ شائع کر کے نقیب کے قارئین تک مسلسل پہنچایا جائے — (ادارہ)

ماضی کے جھروکے سے

گاہے گاہے باز خواں

محترم مرزا محمد حسن چغتائی

حضرت مرزا محمد حسن چغتائی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار تحریک آزادی کے مخلص اور ایثار پیشہ کارکنوں میں ہوتا ہے آپ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ کے جاں نثار اور فدا کار رفقاء میں سے ایک تھے۔ شاہ جیؒ کی جماعت مجلس احرار اسلام سے وابستہ ہوئے تو پچاس برس اسی جماعت میں کھپا دیے۔ انہوں نے ۱۲ اپریل ۱۹۹۲ء کو وفات پائی اور اس دنیا سے گئے تو مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ تھے۔ عہد حاضر میں استقامت اور وفاداری کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے؟

انہوں نے برصغیر کے چوٹی کے علماء، سیاست دان، ادیب اور شاعر دیکھے، ان کی مجالس میسر آئیں۔ تقریریں سنیں اور جی بھر کے ان سے استفادہ کیا۔ چغتائی صاحب مرحوم اس حوالے سے نصف صدی کی دینی، سیاسی اور قومی تحریکوں کے خود شاہد تھے۔ وہ اپنی یادداشتیں اور ذاتی مشاہدات و واردات اور اپنے ذخیرہ میں محفوظ اخبارات و جرائد اور کتب سے منتخبات گاہے گاہے قارئین نقیب کے لئے ارسال فرماتے رہتے تھے۔ ذیل میں شائع ہونے والے منتخبات حضرت مرحوم نے زندگی کے آخری دنوں میں قارئین نقیب کے لئے ارسال فرمائے جو خلاصے کی چیز ہیں اور انہیں من و عن ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔ آج وہ ہم میں موجود نہیں مگر ان کی یاد اب بھی تازہ ہے۔

آنجہانی چودھری سر ظفر اللہ قادیانی اور اسرائیل

آج اقوام متحدہ میں عرب مندوبین اس وقت بھونچکا رہ گئے۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ پاکستان کے (مرزائی) وزیر خارجہ چودھری سر ظفر اللہ خاں اسرائیلی مندوب "ابا بیان" کی تقریر ختم ہونے کے بعد ان کی جانب بڑھے اور بغل گیر ہو گئے۔ (امروز لاہور ۸/ اکتوبر ۱۹۵۴ء)

بین الاقوامی اعزاز

جبکہ (امروز ۹/ اکتوبر ۷۸ء) میں بعنوان ۲۴ سال پہلے
گویا ۹/ اکتوبر ۵۴ء کی حسب ذیل خبر شائع ہوئی۔

پاکستان کے وزیر خارجہ چودھری سر ظفر اللہ خاں کو آج بین الاقوامی عدالت کا جج منتخب کر لیا گیا۔ وہ ہندوستان کے سر بینیگل راؤ کی وفات کے باعث خالی ہونے والی نشست پر منتخب ہوئے ہیں۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**

ذیل میں ماہنامہ "پیشوا" دہلی۔ معراج نمبر نومبر ۱۹۳۲ء سے چند شذرات پیش کئے جا رہے ہیں۔ جو مدیر پیشوا جناب سید عزیز حسن بقائی مرحوم کے قلم سے ہیں۔

قادیانی بھکاری

۱۰/ اکتوبر کو عباسی شہر یار کی سالگرہ کا جشن بڑی شان و شوکت سے منایا گیا۔ اور سردارانِ سلطنت کو عطائے خطابات سے نوازا گیا۔ جن میں خصوصیت کے ساتھ لفٹیننٹ کرنل مولوی مقبول حسین قریشی ایم اے وزیر دربار کو "افتخار الملک" کا معزز ترین خطاب عطا ہوا۔

سنا ہے کہ اس موقع پر بہت سے گداگر اخبار نویس بھی بن بلائے بہاولپور گئے تھے جن میں سے کئی ایسے بھی تھے کہ جن کا کسی اخبار سے کچھ تعلق نہ تھا۔ اور چند ایسے تھے۔ جو ایک پرچہ شروع سال میں چھاپ لیتے ہیں۔ اور سال بھر اس کو بغل میں دبا کر ہر ریاست میں پہنچ کر "دکشنا" وصول کرتے ہیں۔ اکثر کو سفر خرچ ملا۔ اور بعض ناخواندہ مہمان اس سے بھی مایوس ہوئے۔

ان میراثی اخباروں میں ایک قادیانی اخبار بھی ہے۔ جس کو توقع کے خلاف مایوسی ہوئی۔ مجھے اس اخبار کے ایشائیل ایڈیٹر سے "دکشنا" نہ ملنے میں بڑی ہمدردی ہے۔ کاش ان کو غیرت اور حمیت اور فرض شناسی اور خودداری سے کچھ حصہ ملا ہوتا۔

قادیانی تبلیغ کا ایک دن

میری قدامت پسندی کے عقائد سے قارئین کرام بخوبی واقف ہیں۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ میں نے آج تک حرب العقائد سے پیشوا کے صفحات کو پاک رکھا ہے۔ اور جی چاہتا تھا کہ اس وضع داری کو آخر وقت تک نباہ دوں مگر افسوس ہے کہ قادیان کے یوم التبلیغ نے مجھے یہ سطریں لکھنے پر مجبور کر دیا!

۱۶/ اکتوبر کی تاریخ قادیان کے خلیفہ صاحب نے اس لئے مقرر کی کہ ان کے مرید قادیانی عقائد عامہ مسلمین کی خدمت میں پیش کریں۔

قادیانی حضرات جس طرح اپنے روپے کے زور سرکاری اثر، مسلمانوں کی حماقت سے کچھ عرصہ سے مسلمانوں کی سیاست پر حاوی ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ ایک ایسا فتنہ ہے۔ جس سے آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں۔ مگر اس کے باوجود اس فرقہ کا یہ گمراہ کن عقیدہ بھی ہے کہ اس کے نزدیک تمام غیر قادیانی کافر ہیں۔ اور وہ تعلقات زناشوئی عام مسلمانوں سے حرام سمجھتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ نماز پڑھنی اور ان کی جنازہ کی نماز بھی ناجائز سمجھتے ہیں۔ مگر تعجب ہے کہ اپنے عقیدہ کے مطابق کافر مسلمانوں کی سیاست کی امامت کیلئے بھی کوشاں ہیں۔ میں اس چیستان کو باوجود کوشش کے نہ سمجھ سکا۔ کیا سحر البیان مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اور مولانا ظفر علی خاں صاحب اس پر روشنی ڈالیں گے۔

بہرحال ۱۶/ اکتوبر کو قادیانی عقائد کا تبلیغی دن ہر قادیانی نے منایا۔ یہ برخود غلط دنیا کے چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ افسوس! قادیانی عمائد نے اپنے جوش کا غلط استعمال کیا۔ اور ملک میں ایک نئے فتنہ کی بنیاد رکھ دی گئی۔

آل کشمیر مسلم کانفرنس

۲۵ اکتوبر کو سابق شیر کشمیر مسٹر عبداللہ کی صدارت میں کشمیر کے مسلمانوں کا ایک نمائندہ اجتماع ہوا خطبۂ صدارت نہایت بزدلانہ تھا۔ جس میں حسب وعدہ گلینسی کمیشن کی سفارشات کو تسلیم کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا۔ مگر جو تجاویز کشمیر کے استبداد شکن رہنماؤں نے پاس کرائیں۔ وہ کسی حد تک کشمیری مسلمانوں کے دلوں کی آواز کہی جاسکتی ہے۔ مگر تعجب ہے کہ اس آل کشمیر مسلم کانفرنس نے مسلمانوں کی سب سے زیادہ ایثار پیشہ جماعت (مجلس احرار اسلام) کی قربانیوں کا تذکرہ اور اس کے رہنماؤں کی آزادی کے لئے کوئی تجویز پاس نہیں کی۔ جو احسان فراموشی اور برادر کشی کی ایسی گھناؤنی تصویر ہے کہ اس پر کشمیری رہنماؤں کو شرم آنی چاہیئے۔ سچ ہے جس کانفرنس کے کرتادھرتا مسٹر عبداللہ ہوں گے اس میں مجلس احرار کا تذکرہ کیوں ہونے لگا مگر شاید کشمیر کے رہنما اس کو بھول گئے۔ کہ اگر مجلس احرار کے سرفروش رہنما میدان (۱) عمل میں نہ آتے تو وہ سب کے سب کشمیر کے جیل خانوں میں پڑے ہوئے موت کے انتظار میں ایڑیاں رگڑ رہے ہوتے۔

(۱) تحریک کشمیر ۱۹۳۰ء جاری کردہ مجلس احرار اسلام (شذرات ماہنامہ پیشوا دہلی۔ معراج نمبر نومبر ۱۹۳۲ء)

تقدس ماب مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ قادیاں کا تازہ ترین تبلیغی کارنامہ

سیسل ہوٹل لاہور کی یورپین منتظمہ کا پراسرار فرار

منتظمہ چپکے سے حضرت خلیفہ کی موٹر میں سوار ہو کر چمپت ہو گئی

لاہور، یکم مارچ۔ پروپرائیٹر سیسل ہوٹل منٹگمری روڈ لاہور اطلاع دیتے ہیں۔

"ہم نے اعلان مشتہر کیا تھا کہ یکم مارچ بروز پنجشنبہ کو ہوٹل میں شام کے پانچ بجے سے ساڑھے نو بجے تک ویسٹ ڈرائیو کا کھیل اور رقص ہو گا اور بعد میں حسب معمول انعامات تقسیم کئے جائیں گے۔ چنانچہ آج چار بجے ہی سے تماشائی ہوٹل میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اور پانچ بجے تک کافی مجمع ہو گیا۔ ان میں سے ہر ایک کھیل شروع ہونے کا بے چینی سے منتظر تھا۔ لیکن کھیل کی بجائے غیر متوقع طور پر رقص کا بینڈ بجنا شروع ہو گیا۔ کھیل اور رقص کا سارا انتظام ایک اطالوی خاتون مسز وار نر سابق مس روفو کے سپرد تھا۔ جن کا سن ستائیس یا اٹھائیس برس کے قریب ہے۔ اور جو ذرا خوش گل اور طرحدار واقع ہوئی ہیں۔ ان کی دو لڑکیاں ہیں جن میں سے ایک کا سن ۹ سال اور دوسری کا ۶ سال ہے۔ اور دونوں ان کے ساتھ رہتی ہیں۔ مسز وار نر ہوٹل میں منتظمہ کا کام کرتی تھیں۔ پروگرام میں غیر متوقع تبدیلی لوگوں کو حد درجہ ناگوار گزری اور وہ ہوٹل سے چلے گئے۔ اس وقت دیکھا گیا تو مسز وار نر ہوٹل میں موجود نہ تھیں۔ پروپرائیٹر ہوٹل کی نگاہ جو سڑک پر پڑی تو کیا دیکھتے ہیں کہ پھاٹک کے سامنے دو موٹر کاریں کھڑی ہیں۔ ایک موٹر کار میں موسیو بشیر الدین محمود دو عورتیں اور دوسری موٹر کار میں ایک شوفر اور صرف ایک آدمی سوار

تھے۔ اور جس کی پچھلی نشست خالی تھی۔ یہ شخص آج صبح بھی ہوٹل میں دیکھا گیا تھا۔

مسز وارنر ہوٹل سے نکل کر اپنی دونوں لڑکیوں سمیت باہر چلی گئی اور موسیو مرزا بشیر الدین کے ساتھ والی موٹر میں سوار ہو گئی۔ جس کے بعد دونوں موٹریں ہوا ہو گئیں۔ اور پروپرائیٹر کو اتنی فرصت بھی نہ ملی۔ کہ وہ مسز وارنر یا موسیو بشیر الدین محمود سے اس حرکت کی وجہ دریافت کر سکتا۔ اس موقع پر یہ ذکر غیر موزوں نہ ہو گا۔ کہ صرف تین روز پہلے موسیو بشیر الدین محمود چائے پینے ہوٹل میں آئے تھے ان سے مسز وارنر کا تعارف ہوا تھا۔ اور وہ اس سے باتیں کرتے رہے تھے۔ اس کے بعد بھی ان کی طرف سے پیغام آتے رہے جن کا لانے والا وہی شخص تھا۔ جو دوسری موٹر میں قریب ہی موجود تھا۔

مسز وارنر کی اس اچانک روانگی سے ہوٹل کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ کیونکہ منتظمہ کے چلے جانے سے سارا انتظام درہم برہم ہو گیا ہے۔ (روزنامہ زمیندار، لاہور۔ صفحہ ۴۔ ۳/مارچ ۱۹۳۴ء)

---

۲۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء کا دن مرزائیوں نے مسلمانوں کو ارتداد کی تبلیغ کیلئے مقرر کیا تو سیکرٹری شعبہ اشاعت دفتر اہل حدیث امرتسر نے ۸/سوالات پر مشتمل درج ذیل اشتہار چھپوا کر دور دراز علاقوں میں تقسیم کیا اور مرزائیوں کے دجل و تلبیس کو طشت ازبام کیا۔ جبکہ مرزائی آج تک ان سوالات کا جواب نہ دے سکے۔ (ادارہ)

مرزائیوں کو تبلیغ مرزا

برادران اسلام! ۲۲/اکتوبر ۱۹۳۳ء کو امت مرزائیہ کے افراد آپ لوگوں کو مرزا صاحب کی تبلیغ کرنے آویں گے۔ آپ لوگ ان کا خیر مقدم کیجئے۔ محبت سے ملئے، عزت سے بٹھایئے اور مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات ان سے پوچھئے۔

(۱) مرزا صاحب نے لکھا تھا۔ "میرے زمانہ میں دنیا کی تمام قومیں ایک مسلم قوم کی شکل بن جائیں گی"۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۲)

کیا ایسا ہو گیا؟

(۲) مرزا صاحب نے لکھا تھا۔ "میرے زمانہ میں مکہ مدینہ کے درمیان ریل جاری ہو جائے گی"۔ (اعجاز احمدی ص ۲)

کیا یہ کام ہو گیا؟

(۳) مرزا صاحب نے لکھا تھا۔ "میں دجال کو مسلمان بنا کر ساتھ لے کر حج کروں گا"۔ (ایام الصلح فارسی ص ۱۴۷)

کیا ایسا ہو گیا؟

(۴) مرزا صاحب نے لکھا تھا۔ "میں مدینہ میں روضہ نبویہ میں دفن ہوں گا"۔ (ازالہ خرد ص ۴۷۰)

کیا ایسا ہوا؟

(۵) مرزا صاحب نے لکھا تھا۔ "عبداللہ آتھم پادری پندرہ ماہ میں (۶ ستمبر ۱۸۹۴ء) تک مر جائیگا۔ (جنگ مقدس ص

کیا ایسا ہوا؟

(۶) مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ "مرزا احمد بیگ کی لڑکی سے میرا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے۔ دنیا میں اگر یہ بیوی میرے پاس نہ آئے تو میں جھوٹا"۔ (شہادۃ القرآن ص ۸۰)

کیا یہ منکوحہ مرزا صاحب کی پیشگوئی کے مطابق ان کے گھر میں آ گئیں؟

(۷) مرزا صاحب نے لکھا تھا۔ "مجھے خدا نے فرمایا ہے انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون"۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۵)

یعنی اے مرزا تو جب کسی چیز کو موجود ہونے کا حکم دیگا تو فوراً ہو جائیگی۔

کیا ایسا دعوےٰ کسی نبی نے کیا؟

(۸) مرزا صاحب نے شائع کیا تھا کہ (مولوی ثناء اللہ اور میں) ہم دونوں میں سے جو خدا کے نزدیک جھوٹا ہے وہ پہلے مریگا۔ (اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء)

مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو وفات پا گئے اور مولوی ثناء اللہ صاحب آج (اکتوبر ۱۹۳۳ء) تک زندہ ہیں پھر تم کو مرزا صاحب کے جھوٹے ہونے میں کیا شبہ ہے۔

ناظرین کرام

مرزائی تبلیغ مرزا کیلئے آئیں تو یہ سوالات ان سے حل کرائیے۔ چونکہ محض تبلیغ مرزا کیلئے اس روز پھرینگے۔ اس لئے ان کا فرض ہے کہ وہ ان سوالات کا حل کر کے صداقت مرزا لوگوں کے ذہن نشین کرائیں۔

(سیکرٹری شعبہ اشاعت دفتر اہل حدیث امرتسر ۳۳، ۱۰، ۲۰) (مطبع ثنائی برقی پریس امرتسر)

پنجاب کے لیگ پارلیمنٹری بورڈ سے احرار کی علیحدگی

مسلم لیگ کی ماضی قریب کی سرگرمیوں سے کسی کو خواہ کتنا ہی اختلاف رہا ہو لیکن اس واقعہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مسٹر محمد علی جناح جیسے لیڈر کی قیادت میں مسلمانوں کی طرف اسی جماعت میں اس بات کی استعداد پائی جاتی ہے۔ کہ وہ کسی وقت کسی نہ کسی درجہ میں ہندوستان کی سب سے بڑی اور سب سے اہم جماعت یعنی کانگریس کے ساتھ تعاون کر سکے۔ اس امکان کے پیش نظر ہم ایسے مسلمان کو جو آزادیٔ ملک و قوم کا حامی ہے۔ جہاں تک پنجاب کا تعلق ہے۔ لیگ پارلیمنٹری بورڈ میں جماعت احرار کی شرکت ہمارے لئے بہت کچھ وجہ اطمینان تھی۔ کیونکہ احرار پنجاب کے متعلق ہمیں یہ محسوس ہوتا رہا ہے کہ وہ آزادیٔ وطن کے سچے خواستگاروں میں سے ہیں۔ ہمیں سخت افسوس ہے کہ احرار پنجاب نے بالآخر لیگ پارلیمنٹری بورڈ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور اس علیحدگی کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ بورڈ نے ہر ایک امیدوار سے پانچ پانچ سو روپے طلب کئے تھے[۱]۔ احرار نے اس شرط کے خلاف احتجاج کیا۔ اور انجام کار اسی بناء پر لیگ پارلیمنٹری بورڈ سے علیحدہ ہو گئے۔ (شذرہ رسالہ "مولوی" دہلی۔ جلد ۲۴۔ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ)

---

[۱] مجلس احرار اسلام ہندوستان کے مخلص اور متوسط طبقہ کے بہادر کارکنوں کی جماعت تھی ان کے پاس اتنی رقم نہ تھی کہ وہ مسلم لیگ کے پارلیمنٹری بورڈ میں شریک ہو سکتے یہ بات مسلم لیگ کے علم میں تھی اسی لئے یہ شرط لگائی گئی۔

مولانا ابو ریحان سیالکوٹی قسط 6

کشف سبائیت

اس کے بعد اب ملاحظہ ہو کہ قاضی صاحب نے یہاں موضوع بحث کی تعیین بالکل غلط کی ہے، یہاں قاضی صاحب کی بحث ابوریحان سے اس بات میں ہرگز ہرگز نہیں کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اس اتباع سے کونسی اتباع مرادلی ہے کیونکہ اس بات کا تعلق تو اس آیت سے حضرت علیؓ کے تائیدی استدلال سے ہے اور اسکو میں اپنی کتاب "سبائی فتنہ جلد اول" میں کہیں بھی کسی حیثیت سے زیر بحث لایا ہی نہیں اور نہ حضرت علیؓ کے موقف و استدلال اور اتباع سے ان کی مراد میں مجھے، قاضی صاحب سے کوئی اختلاف ہی ہے۔ جب اس بات میں قاضی صاحب سے میرا کوئی اختلاف ہی نہیں تو اسمیں قاضی صاحب، ابوریحان سے کیا بحث کرتے ہیں؟ اس لئے بحث یہاں یہ ہرگز نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس اتباع سے کونسی اتباع مرادلی ہے بلکہ بحث اس بات میں ہے کہ جواباً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس اتباع سے کونسی اتباع مرادلی ہے۔ کیونکہ اس بات کا تعلق حضرت معاویہؓ کے موقف کی تردید و تغلیط میں اس آیت سے قاضی صاحب کے تردیدی استدلال سے ہے اور حضرت معاویہؓ کے خلاف ان کے اسی تردیدی استدلال کو ہی میں اپنی کتاب میں زیر بحث لایا ہوں۔

وضاحت اسکی یہ ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہما) کا یہ اختلاف اہل السنۃ کے نزدیک خالص اجتہادی اختلاف تھا، لہذا فریقین نے اپنے اپنے اجتہادی موقف کیلئے جن جن دلائل سے جو جو استدلال کیا وہ سب کچھ بھی اجتہادی تھا۔ اور اجتہادی دلائل نیز ان سے اجتہادی استدلالات کا اصول یہ ہے کہ وہ یکطرفہ ہوا کرتے ہیں دو طرفہ نہیں ہوا کرتے، یعنی وہ اپنے اپنے اجتہادی مدلول کی صرف تائید کیا کرتے ہیں اس کے مدمقابل اجتہادی موقف کی تردید نہیں کیا کرتے، نیز اپنے اپنے اجتہادی مدلول کا صرف مطابق قرآن و سنت ہونا بتایا کرتے ہیں اس کے مدمقابل اجتہادی موقف کو مخالف قرآن و سنت نہیں بنایا کرتے، اپنے اپنے اجتہادی مدلول کا صرف صحیح ہونا ہی ان سے ثابت ہوا کرتا ہے، مدمقابل اجتہادی موقف کا غلط ہونا ان سے ثابت ہونا تو درکنار لازم بھی نہیں آیا کرتا۔ کیونکہ اجتہادی دلائل کا مقصد، مجتہدین امت کو تہمت بدعت سے بچانا اور ان کے اجتہادات و اجتہادیات کو دائرہ شریعت میں محدود بتانا ہوتا ہے ان کی تردید و تکذیب مقصود نہیں ہوتی۔ اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جبکہ اجتہادی دلائل کو یکطرفہ ہی استعمال کیا جائے، ورنہ اگر انکو دوطرفہ استعمال کیا جانے لگے کہ ایک طرف تو انسے جانب موافق کی تائید و تصحیح کا کام لیا جائے اور دوسری طرف ان سے جانب مخالف یعنی مدمقابل مجتہدین کی تردید و تغلیط اور تکذیب بھی کشید کی جائے تو پھر دنیا جہان کے آپس میں مدمقابل مجتہدین میں سے کوئی مجتہد بھی نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی مخالفت اور تہمت بدعت کے الزام سے نہیں بچ سکتا۔ اور پھر نصوص شرعیہ کی اس تقابلی مخالفت نیز ارتکاب بلکہ ایجاد بدعت کی صورت میں خود انہی کو کیا اجر و ثواب ملیگا جو ان کے پیروکاروں کیلئے ان کی پیروی میں اجر و ثواب یا کم از کم عدم عقاب کی ہی توقع رکھی جائے؟

مثلاً یہاں حضرت علی اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہما) کے اجتہادی موقفوں اور ان کی اجتہادی دلیلوں کو ہی دیکھ

لیجئے۔ اگر ایک اجتہادی موقف کی اجتہادی دلیل کو اسکی تائید تک ہی محدود رکھنے کی بجائے اس کے مدمقابل اجتہادی موقف کی تردید تک بھی لیجایا جائے تو پھر صرف حضرت معاویہؓ کے ہی نہیں بلکہ خود حضرت علیؓ کے اجتہادی موقف کا بھی از روئے نص قرآنی غلط ہونا ماننا پڑیگا۔ کیونکہ قاضی صاحب کے بقول حضرت علی نے اگر اپنے اجتہادی موقف کی تائید میں آیت اتباع باحسان سے استدلال کیا تھا تو حضرت معاویہؓ نے بھی اپنے اجتہادی موقف کیلئے آیت شوریٰ و امرھم شوریٰ بینھم سے استدلال کیا تھا۔ اب اگر حضرت علیؓ کی اجتہادی دلیل سے حضرت معاویہؓ کے اجتہادی موقف کا غلط اور مخالف نص قرآنی ہونا لازم آتا ہو تو حضرت معاویہؓ کی اجتہادی دلیل سے حضرت علیؓ کے اجتہادی موقف کا غلط اور مخالف نص قرآنی ہونا بھی لازم آجائیگا۔ یہی حال تمام مدمقابل مجتہدین کے اجتہادی مواقف اور ان کے اجتہادی دلائل کا بھی ہوگا۔ اس طرح مدمقابل اجتہادی مواقف میں سے کوئی اجتہادی موقف بھی تردید و تغلیط سے نہ بچ سکے گا۔ غور فرمائیے کہ ایسی صورت میں پھر اجتہاد کا فائدہ ہی کیا رہے گا۔ اس لئے یہ ماننے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ اجتہادی دلائل صرف یکطرفہ ہوتے ہیں نہ کہ دو طرفہ۔ یعنی صرف تائیدی ہوتے ہیں نہ کہ تردیدی بھی، موافقانہ ہوتے ہیں نہ کہ مخالفانہ بھی، جانبِ موافق کا صرف صحیح ہونا بتاتے ہیں نہ کہ جانبِ مخالف کا غلط ہونا بھی۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر مجتہد اپنے اجتہادی موقف کی کوئی شرعی دلیل دینے کا صرف پابند ہے اسی مسئلہ میں اپنے مدمقابل مجتہد کی دلیل کا جواب دینے کا حق تو اسکو ہوتا ہے لیکن یہ اسپر لازم نہیں ہوتا۔ وللتفصیل مقام آخر

بنا بریں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بالفرض اگر خود بھی آیت اتباع باحسان سے اپنے صفینی اجتہادی موقف کیلئے استدلال کیا تھا تو اس سے انکے اس موقف کا بس صحیح اور موافق شرع ہونا ہی ثابت ہوتا ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی موقف کا غلط اور مخالف شرع ہونا اس سے قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن قاضی صاحب نے اصولِ اجتہاد کے بالکل بر خلاف حضرت علیؓ کے اس استدلال سے ان کے اجتہادی موقف کی تائید و تصحیح کا کام لینے سے زیادہ اس سے حضرت معاویہؓ کے اجتہادی موقف کی تردید و تغلیط کا کام لیا اور اسکو مثبت سے زیادہ منفی بنادیا ہے، قاضی صاحب اگر چاہتے تو حضرت معاویہؓ سے ان کے اجتہادی موقف کی دلیل پوچھ سکتے تھے یا زیادہ سے زیادہ ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سراپا ادب بن کر حضرت علیؓ کی دلیل کا جواب ان سے دریافت کرسکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا کرنے کی بجائے جانے کس زعم میں اور کس جذبے کے تحت ان پر نص قرآنی کی مخالفت اور رضاء الٰہی کی یہ شرط پوری نہ کرنیکا بڑی دلیری سے الزام لگادیا کیا قاضی صاحب بتلاسکتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے خود یا گذشتہ چودہ صدیوں میں کسی سنی محقق نے حضرت علیؓ کے اس استدلال کو حضرت معاویہؓ پر یوں پلٹ کر ان کے اجتہادی موقف کو یوں نص قرآنی کے مخالف بنایا اور اس طرح انکو رضاء الٰہی والی یہ شرط پوری نہ کرنے والا بتایا ہے؟ اس لئے بحث یہاں یہ نہیں کہ حضرت علی کا اجتہادی صفینی موقف صحیح تھا یا غلط؟ اس کیلئے آیت اتباع باحسان سے انکا استدلال صحیح تھا یا غلط؟ اس اتباع سے انہوں نے جو مراد لی وہ صحیح تھی یا غلط؟ ان باتوں میں ہمارا قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے قاضی صاحب سے، بلکہ بحث یہاں یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے اس استدلال کو بالکل غلط در غلط استعمال کرتے ہوئے قاضی صاحب نے حضرت معاویہؓ جیسے جلیل القدر مجتہد صحابی پر اس نص قرآنی کی مخالفت اور رضاء الٰہی والی یہ شرط پوری نہ کرنے کا جو سبائی الزام لگایا ہے یہ صحیح ہے یا غلط؟ حضرت علیؓ کے اس اجتہادی استدلال کا یہ چکوالی استعمال صحیح ہے یا غلط؟ پھر اس سبائی الزام کے جواب میں حضرت معاویہؓ نے اس اتباع سے جو مراد لی ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ نیز بحث یہاں یہ بھی ہے کہ جب حضرت معاویہؓ بھی مجتہد تھے تو انکو بھی اس اتباع سے کوئی مراد لینے کا حق ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اگر ہے تو پھر انہوں نے اپنا یہ حق استعمال کرتے ہوئے اس اتباع سے جو اتباع مراد لی ہے وہ نصِ قرآنی کی مخالفت وغیرہ والے مظہری سبائی الزام سے ان کی براءت کیلئے کافی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اگر ہے

توہم نے اپنی کتاب میں اس کے سوا اور کیا بیان کیا ہے؟ پھر اسپر قاضی صاحب اتنے جز بز کیوں ہو رہے ہیں؟

کتنے تعجب کی بات ہے کہ حضرت معاویہؓ کے بارے میں مجتہد، مجتہد کی رٹ تو قاضی صاحب لگاتے ہیں لیکن اجتہاد کا اول تو حق ہی انکو نہیں دیتے ورنہ اس اتباع کی مراد میں ان کی بھی سنتے اور حضرت علیؓ کے اجتہاد کی پیروی ہی از روئے نص قرآنی ان پر لازم نہ کرتے۔ اور اگر اجتہاد کا حق انکو دیتے ہیں اور وہ اجتہاد کر لیتے ہیں تو پھر جھٹ سے کانوں میں انگلیاں دیکر چیخنا چلانا شروع کر دیتے ہیں کہ "اجتہاد غلط از روئے نص قرآنی در حقیقت بالکل ناجائز، قرآن و حدیث کی مخالفت، اللہ و رسول کے حکم کی خلاف ورزی۔ اسکو کون صحیح کہہ سکتا ہے؟ اسکو اجتہادی خطا کہے بغیر نہ کوئی چارہ ہے اور نہ اس کے سوا دوسرا کوئی صحیح راستہ، کہا تو ان کو باغی ہی جائیگا" یہ ہے ان کی شرعی عظمت کا مظہری تحفظ۔ نہیں تو قاضی صاحب، حضرت معاویہؓ کا کوئی ایک تقابلی اجتہاد ایسا بتلائیں جو ان کے نزدیک دنیا میں صواب ہوا ہو؟ اور قاضی صاحب کے راجح ترین، مقبول ترین اور قوی ترین مسلک۔ المجتہد یخطی و یصیب کی پابندی کے ساتھ صواب ہوا ہو؟ جسکو اسی طرح صواب کہنے کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا ہو جس طرح ان کے صفینی اجتہاد کو خطا کہنے کے بغیر ان کے نزدیک کوئی چارہ نہیں؟

الغرض قاضی صاحب کی بحث یہاں ابوریحان سے یہ ہرگز نہیں کہ حضرت علیؓ نے اس اتباع سے کیا مراد لی ہے؟ کیونکہ اسکی صحت میں ابوریحان کا قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے قاضی صاحب سے بلکہ بحث یہاں یہ ہے کہ اس مرتضوی مراد کو حضرت معاویہ پر پلٹتے ہوئے، نص قرآنی کی مخالفت وغیرہ کا جو سبائی الزام قاضی صاحب نے ان پر لگایا ہے اس کے جواب میں حضرت معاویہؓ نے اس اتباع سے کیا مراد لی ہے؟ اور وہ غلط ہے یا صحیح؟ پھر اس سبائی مظہری الزام سے براءت کیلئے کافی ہے یا نہیں؟ کیونکہ اسی بات میں ابوریحان کا قاضی صاحب سے اختلاف ہے۔

مولانا سندیلوی کی تشریح اور حضرت علیؓ کی مراد کے مطابق بھی حضرت معاویہؓ نے یہ اتباع کی تھی

موضوعِ بحث کی تعیین کے بعد اب آئیے قاضی صاحب کی اس بات کی طرف کہ "مولانا سندیلوی کی تشریح کے مطابق حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایمان کے علاوہ دوسرے امور میں بھی اتباع مراد لی ہے۔ علاوہ ازیں والذین اتبعوھم سے دوسری تفاسیر میں ایمان کے علاوہ دوسرے اقوال و اعمال میں بھی اتباع مراد ہے" ص ۳۹

قاضی صاحب کہنا یہ چاہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے ایمان لانے میں تو بیشک حضرت علیؓ کی اتباع کی تھی لیکن مولانا سندیلوی کی تشریح، حضرت علی المرتضیٰ کی مراد اور دیگر تفاسیر کے مطابق یہاں صرف ایمان میں ہی اتباع مراد نہیں بلکہ دوسرے اقوال و اعمال حسنہ بالخصوص حقِ انتخاب میں بھی اتباع مراد ہے اور یہ اتباع حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی نہیں کی تھی[1] حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ کہ مولانا سندیلوی کی تشریح کے مطابق حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایمان کے علاوہ جن دوسرے امور میں اتباع مراد لی ہے حضرت معاویہؓ نے ان تمام امور میں بھی جہاں جیسی بنتی تھی وہاں ویسی ہی حضرت علیؓ کی پوری پوری اتباع کی تھی۔ نیز ایمان لانے میں جس طرح انہوں نے حضرت علیؓ کی پیروی کی تھی اسی طرح یہاں خاص حقِ انتخاب کے معاملہ میں ان کے قول و عمل کی بھی پوری پوری پیروی کر کے رضاء الٰہی کی یہ شرط بھی علی وجہ الاتم پوری کی تھی۔ قاضی صاحب کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ مولانا سندیلوی کی تشریح اور حضرت علیؓ کی مراد کے مطابق حضرت معاویہؓ نے یہ اتباع نہیں کی تھی۔ جیسا کہ گذارشاتِ ذیل سے ان شاء اللہ معلوم ہوگا۔

اتباع ایمانی

[1] (ص ۱، ص ۲ حاشیہ ص ۷۴ پر ملاحظہ فرمائیں)

چنانچہ ایمان لانے میں اتباع تو قاضی صاحب بھی مانتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی، کی تھی۔ باقی رہی ایمان کے علاوہ حقِ انتخاب سے متعلق ان کے عملؓ و قول کی اتباع؟ تو وہ بھی حضرت معاویہؓ نے کی تھی جسکی تفصیل ہدیہ ناظرین ہے۔

اتباع عملی

عمل میں تو حضرت علیؓ کی اتباع حضرت معاویہؓ نے اس طرح کی تھی کہ اور کوئی مانے یا نہ مانے لیکن قاضی صاحب تو یہ مانتے ہی ہیں کہ صفینی اختلاف خالص اجتہادی اختلاف تھا اور یہ کہ حضرت علیؓ کی طرح حضرت معاویہؓ بھی صرف مجتہد ہی نہیں بلکہ ایک جلیل القدر صحابی مجتہد تھے۔ اور یہ بات ہم اپنی کتاب "سبائی فتنہ" کی فصل سوم میں باتفصیل بیان کر آئے ہیں کہ اجتہادی مسئلہ میں ہر مجتہد خود اجتہاد کر کے اپنے ہی اجتہاد پر عمل کرنیکا پابند ہوا کرتا ہے۔ کسی دوسرے مجتہد کے اجتہاد پر عمل کرنا اس کیلئے جائز ہی نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے قاضی صاحب کے بقول یہاں حضرت معاویہؓ پر از روئے نص قرآنی حضرت علیؓ کی پیروی اگر بالفرض لازم ہی تھی تو وہ مجتہدانہ تھی محض مقلدانہ، نہ تھی۔ یعنی ان پر لازم یہ نہ تھا کہ وہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہی اجتہاد پر عمل کرنے میں ان کی پیروی کرتے بلکہ ان پر لازم یہ تھا کہ وہ ان کی طرح خود اجتہاد کر کے اپنے ہی اجتہاد پر عمل کرنے میں ان کی پیروی کرتے۔ یعنی فعلِ اجتہاد اور عمل بر اجتہادِ خود میں حضرت علیؓ کی اتباع حضرت معاویہؓ پر لازم تھی۔ سو ایمان لانے میں اتباع کی طرح یہ عملی اتباع بھی حضرت علیؓ کی انہوں نے کی تھی کہ ان کی اتباع میں بوجہ مجتہد ہونے کے خود اجتہاد بھی کیا تھا اور ان کی طرح اپنے ہی اجتہاد پر پوری طرح عمل پیرا بھی رہے تھے حضرت علیؓ کے ہی اجتہاد پر عمل کرنے والی اتباع اگر حضرت معاویہؓ نے نہیں کی تھی تو یہ اتباع نہ صرف یہ کہ ان پر لازم نہ تھی بلکہ ان کیلئے جائز ہی نہ تھی۔

الغرض حضرت علیؓ کی جو عملی اتباع حضرت معاویہؓ پر یہاں لازم تھی وہ انہوں نے علی وجہ الاتم کی تھی اور جو اتباع انہوں نے حضرت علیؓ کی یہاں نہیں کی تھی وہ ان پر لازم تو کیا ہوتی ان کے لئے جائز بھی نہ تھی۔

قاضی صاحب کو حضرت معاویہؓ جو حضرت علیؓ کی پیروی کرتے نظر نہیں آتے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کو جلیل القدر مجتہد مانتے ہوئے بھی یہاں ان کی مجتہدانہ حیثیت کو ملحوظ نہیں رکھا اور ان پر خلاف قاعدہ حضرت علیؓ کی خالص مقلدانہ اتباع لازم کر کے ان پر نص قرآنی کی مخالفت کا سبائی الزام لگا دیا ہے۔ حالانکہ انپر اگر لازم تھی تو مجتہدانہ اتباع لازم تھی محض مقلدانہ اتباع لازم نہ تھی۔

اتباع قولی

اسی طرح اس معاملہ میں حضرت علیؓ کے قول کی بھی جیسی اتباع مولانا سندیلوی کی ہی تشریح کے مطابق حضرت معاویہؓ پر لازم تھی ویسی ہی یہ اتباع بھی علی وجہ الاتم انہوں نے کی تھی، اس کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ پہلے یہ متعین کیا جائے کہ یہاں حضرت علی المرتضیٰؓ کا قول کیا تھا اور پھر یہ معلوم کیا جائے کہ حضرت معاویہؓ نے ان کے اس قول کی اتباع کی تھی یا نہیں؟

سو ملاحظہ ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صفینی موقف کی وضاحت کرتے ہوئے سندیلوی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے قاضی صاحب کی ہی نقل کے مطابق اسکا حاصل یہ ہے کہ

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس سوال پر کہ ہم لوگوں کے مشورے کے بغیر انتخاب خلیفہ کیسے مکمل ہوگیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس معاملہ میں مہاجرین و انصار کا مشورہ ہی کافی تھا کہ انہوں نے میری

بیعت کرلی ہے اس پر حضرت معاویہؓ نے اعتراض کیا کہ بہت سے مہاجرینؓ و انصارؓ یہاں شام میں بھی موجود ہیں ان سے اس معاملہ میں مشورہ نہیں لیا گیا۔ اسکا جواب حضرت علیؓ نے یہ دیا کہ انتخاب کا حق، مہاجرینؓ و انصارؓ میں سے بھی صرف بدریین کو ہے"

آگے حضرت علیؓ کی اس رائے کا ماخذ آیت اتباع باحسان کو بناتے ہوئے اس سے یوں استدلال کیا ہے کہ
"آیت، مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین کو سب مسلمانوں کا متبوع و مقتدا قرار دے رہی ہے اور ان کی اتباع کو دوسرے مسلمانوں کیلئے رضاء الٰہی کا سبب ظاہر کر رہی ہے اس لئے نصب خلیفہ کے معاملہ میں بھی وہی متبوع اور مقتدا سمجھے جائیں گے۔ اور بدری ہی حضرات، سابقون اولون بھی تھے" (ماہنامہ حق چار یار رجب/شعبان ۱۴۱۲ھ ص ۳۶، ۳۷)

یہ ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صفینی موقف کی سندیلوی تشریح۔ قارئین ملاحظہ فرمادیں کہ اس کے مطابق حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ سے یہ نہیں فرمار ہے کہ "آیت، مجھے تمہارا متبوع و مقتدا قرار دے رہی اور میری اتباع و اقتدا کو تمہارے لئے رضا الٰہی کا سبب ظاہر کر رہی ہے، لہذا نصب خلیفہ کے معاملہ میں تم میری اتباع و اقتدا کر کے اللہ کی رضا حاصل کرو" بلکہ قاضی صاحب کی ہی نقل اور مولانا سندیلوی کی ہی تشریح کے مطابق وہ یہ فرمارہے ہیں کہ "آیت، بدری مہاجرینؓ و انصارؓ کو تمہارا متبوع و مقتدا ٹھہرا رہی اور ان کی اتباع و اقتدا کو تمہارے لئے رضاء الٰہی کا سبب ظاہر کر رہی ہے، لہذا نصب خلیفہ کے معاملہ میں تم بدری مہاجرینؓ و انصارؓ کی اتباع و اقتدا کر کے اللہ کی رضا حاصل کرو"

اس سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ مولانا سندیلوی کی ہی تشریح کے مطابق حضرت علیؓ کا قول حق انتخاب اور نصب خلیفہ کے معاملہ میں بدری مہاجرینؓ و انصارؓ کی پیروی کا تھا۔ ان کی پیروی ہی حضرت علیؓ کے اس قول کی پیروی تھی۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو اب یہ معلوم کرنے کیلئے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے اس قول کی پیروی کی تھی یا نہیں؟

یہ دیکھنا ہوگا کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے فرمان کے مطابق اس معاملہ میں بدری مہاجرینؓ و انصارؓ کی پیروی کی تھی یا نہیں[1]؟ اگر انہوں نے اپنے صفینی اجتہادی موقف میں بدری مہاجرینؓ و انصارؓ میں سے کسی ایک کی بھی پیروی کرلی ہو تو ان کی پیروی حضرت علی المرتضیٰؓ کے قول کی ہی پیروی کہلائیگی۔ انکو حضرت علیؓ کے قول کا متبع ہی کہا جائیگا۔ اور اگر انہوں نے بدری مہاجرینؓ و انصارؓ میں کسی ایک کی بھی پیروی نہ کی ہو تو البتہ کہا جائیگا کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے قول کی پیروی نہیں کی۔

سو اس سلسلے میں ملاحظہ ہو کہ مولانا سندیلوی کی تشریح کے مطابق حضرت علی المرتضیٰؓ، جن بدری مہاجرینؓ و انصارؓ کو حق انتخاب میں بعد والوں کا متبوع و مقتدا قرار دے رہے ہیں، حضرت علیؓ کی خلافت پالیسی سے متعلق ان سب کا کوئی ایک متفقہ موقف نہ تھا۔ بلکہ خود ان کے بھی اس معاملہ میں تین مختلف مواقف تھے۔

چنانچہ بدری مہاجرینؓ و انصارؓ کا بھی ایک فریق تو وہ تھا جس نے خلافت پالیسی سے متعلق موقف مرتضوی سے مکمل اتفاق کیا جیسے مثلاً حضرت عمار، حضرت سہل بن حنیف اور حضرت خزیمہ بن ثابت وغیرہم (رضی اللہ عنہم)

دوسرا فریق وہ تھا جس نے اس معاملہ میں موقف مرتضوی سے مکمل اختلاف کیا، جیسے مثلاً حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عقبہ بن عامر، وغیرہم (رضی اللہ عنہم)

اور تیسرا فریق وہ تھا جس نے مکمل توقف و تخلف کیا جیسے مثلاً حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت صہیب اور حضرت محمد بن مسلمہ، وغیرہم (رضی اللہ عنہم)

[1] حاشیہ ص۶۶ پر ملاحظہ فرمائیں

اب ظاہر ہے کہ بیک وقت ان تینوں بدری موقفوں کی پیروی حضرت معاویہؓ کیلئے ممکن نہ تھی اور نہ یہ حضرت علیؓ کی ہی مراد ہوسکتی تھی کیونکہ یہ تینوں بدری موافق آپس میں ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد تھے اور ایک شخص ایک وقت میں ایسے متعدد و متضاد مواقف میں سے کسی ایک موقف کی ہی اتباع کرسکتا ہے۔ سب کی نہیں کرسکتا۔ اس لئے حضرت علیؓ کے قول کی بجا آوری میں حضرت معاویہؓ نے ان میں سے کسی ایک بدری فریق کے موقف کو ہی پیروی کیلئے منتخب کرنا تھا۔ یہ پھر اجتہادی مسئلہ تھا۔ چونکہ وہ خود بھی مجتہد تھے اس لئے ان تینوں بدری موقفوں میں سے پیروی کیلئے کسی ایک موقف کا انتخاب بھی خود انہوں نے ہی کرنا تھا۔ پھر اپنے اجتہاد کو کام میں لاتے ہوئے جس بدری موقف کو بھی وہ منتخب کرکے اسکی پیروی کرتے اس میں وہ، حضرت علیؓ کے قول کے ہی متبع قرار پاتے۔ کیونکہ حضرت علیؓ نے مطلقاً بدری مہاجرینؓ وانصارؓ کو بعد والوں کا متبوع و مقتدا قرار دیا تھا ان میں سے کسی خاص فریق کے کسی خاص موقف کی تخصیص نہ کی تھی اور مطلق کا حکم ہی یہ ہے کہ آتی بای فرد آتی بالمامور بہ ہوا کرتا ہے۔ لہذا حضرت علی کے قول کی اتباع کیلئے بدر کی مہاجرین و انصار کے مذکورہ تینوں موقفوں میں سے کسی بھی موقف کی اتباع باحسان کرلینا حضرت معاویہؓ کیلئے کافی تھا۔ تینوں ہی بدری موقفوں کی اتباع یہاں ان پر لازم و ضروری نہ تھی۔ سو انہوں نے پیروی کیلئے بدری مہاجرینؓ وانصارؓ کے ہی اس فریق کا موقف منتخب کرلیا جس نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے موقف سے اجتہادی اختلاف کیا تھا۔

لہذا حضرت معاویہؓ نے موقف مرتضوی یا قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد کی خلافت پالیسی سے اگر اختلاف کیا تو یہ انکا بدری مہاجرینؓ وانصارؓ سے ہٹ کر اپنا کوئی نیا موقف نہ تھا۔ بلکہ یہ ان میں کے ایک فریق کا ہی بعینہ موقف تھا۔ اسمیں انہوں نے بدری مہاجرینؓ وانصارؓ کی ہی پیروی کی تھی اور ان کی پیروی حضرت علی المرتضیٰؓ کے قول کی ہی بعینہ پیروی تھی۔ اس طرح حضرت معاویہؓ کی طرف سے حقِ انتخاب اور نصبِ خلیفہ کے معاملہ میں حضرت علیؓ کی قولی اتباع بھی ہو گئی۔

الغرض آیت اتباع باحسان والذین اتبعوھم باحسان میں اتباع سے اتباع ایمانی مراد لیجائے یا اتباعِ عملی و قولی، مولانا سندیلوی کی تشریح کے مطابق بھی ہر لحاظ سے حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی اتباع باحسان کرکے رضاء الٰہی کی یہ شرط بھی علی وجہ الاتم پوری کی تھی۔ لہذا قاضی صاحب کا اس آیت سے حضرت معاویہؓ کے خلاف استدلال کرتے ہوئے ان پر اس نص قرآنی کی مخالفت اور رضاء الٰہی کی یہ قرآنی شرط پوری نہ کرنے کا الزام دھرنا سراسر سبائی استدلال اور خالص سبائی الزام ہے۔

قاضی صاحب نے حضرت معاویہؓ پر اس نص قرآنی کی مخالفت اور رضاء الٰہی کی یہ قرآنی شرط پوری نہ کرنیکا جو الزام لگایا تھا ہم نے اس الزام سے ان کی برأت بیان کرتے ہوئے "اتباعِ ایمانی" اور "اتباعِ اجتہادی" کی بات کی تھی۔ لیکن قاضی صاحب نے ہماری بات پر سنجیدگی سے غور کئے بغیر حضرت معاویہؓ کو بہر صورت اس نص قرآنی کا مخالف ہی بنانے کیلئے اتباعِ قولی و عملی کا شوشہ چھوڑ دیا۔ حالانکہ ہم اپنی کتاب میں اتباع ایمانی کے بیان کے بعد دوسرے نمبر پر "اتباع اجتہادی" کے نام سے اسکو بھی مختصراً بیان کر آئے تھے اور تفصیل اسکی ہم نے اپنی کتاب کے دوسرے حصے میں بیان کی تھی۔ لیکن قارئین نے اب تو یہاں بھی اسکو مفصلاً ملاحظہ فرما ہی لیا کہ حضرت معاویہؓ نے اتباعِ ایمانی کی طرح حضرت علیؓ کی اتباعِ عملی و قولی بھی کی تھی۔ قاضی صاحب فرمادیں کہ حضرت معاویہؓ کو بہر صورت اس نصِ قرآنی کا مخالف بنانے اور انکو رضاء الٰہی والی یہ قرآنی شرط پوری نہ کرنے والا ہی بتانے کیلئے اب اور کونسا شوشہ وہ چھوڑنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے کے اپنے اور بھی تمام دلی ارمان وہ خوب اچھی طرح نکال لیں، ہم ان شاء اللہ خدمت کیلئے حاضر ہیں۔

قاضی صاحب تو خیر پہونچے ہوئے بزرگ ہیں انکو تو شاید اب ایسی باتوں کی ضرورت نہیں رہی اس لئے ان کیلئے

نہیں بلکہ اپنے قارئین کے ملاحظہ کیلئے عرض ہے کہ یہاں اگر بالفرض کوئی اور بھی ایسا احتمال نکلتا ہو جس سے حضرت معاویہؓ اس نص قرآنی کی مخالفت کرتے اور حضرت علیؓ کی ایمانی اور قولی و عملی اتباع نہ کرتے نظر آتے ہوں تو اس کے مقابلہ میں جب ایک نہیں بلکہ کئی کئی احتمالات نص قرآنی پر عمل کرنے اور حضرت علیؓ کی اتباع کرنے کے نکل رہے ہوں تو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت و عقیدت، اللہ و رسولؐ کے ہاں ان کے بلند مقام و مرتبہ نیز عقیدہ اہل السنۃ کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں وہ احتمالات لئے جائیں جن کے تحت وہ نص قرآنی کی مخالفت کے الزام سے بچتے اور حضرت علیؓ کے متبع بنتے ہوں۔ وہ احتمالات ہرگز ہرگز نہ لئے جائیں گے جن سے ان پر اس قسم کا الزام عائد ہوتا ہو۔ حضرت معاویہؓ ہوں یا کوئی بھی اور صحابیؓ، انکو موردِ الزام ٹھہرانے والے احتمالات تو وہ لے جس کو صحابہ کرامؓ سے بغض و عداوت ہو یا کم از کم وہ محبت و عقیدت نہ ہو جو ایک سنی مسلمان کو ان سے ہونی چاہیئے، لیکن کتنے تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ یہاں یہ کام قاضی صاحب انجام دے رہے ہیں جو امام اہل السنۃ، قائد اہل السنۃ اور وکیلِ صحابہؓ جیسے القابات سے یاد کئے جاتے ہیں۔

وان کنت لاتدری فتلک مصیبۃ　　　ولان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

جی ہاں! بیشک یہ جنگ بھی خوبی کے ساتھ پیروی میں ہی شامل ہے:

تیسری بات یہاں قاضی صاحب نے یہ کہی تھی کہ

"فرمایئے قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد جو مہاجرین اولین میں سے ہیں کیا ان کے ساتھ جنگ کرنا بھی خوبی کیساتھ پیروی میں شامل[1] ہے؟" (ص ۴۰)

قاضی صاحب کا یہ استفہامِ انکاری نہ صرف یہ کہ امرِ واقعہ کے خلاف ہے بلکہ خود ان کے اپنے مسلمات کے بھی سراسر خلاف ہے۔

امرِ واقعہ کے خلاف تو قاضی صاحب کا یہ استفہام انکاری اس لئے ہے کہ انہوں نے محض "جنگ" کے عنوان اور اسکی ظاہری شکل و صورت کو ہی سامنے رکھ کر یہ عامیانہ سوال کرڈالا ہے اور اس جنگ کی اجتہادی حقیقت اور اس کے فریقین کی مجتہدانہ حیثیت کو انہوں نے ملحوظ نہیں رکھا۔ حالانکہ یہاں یہ فیصلہ کہ یہ جنگ، خوبی کیساتھ پیروی میں شامل ہے یا نہیں؟ صرف "جنگ" کے عنوان اور اس کی ظاہری شکل و صورت کی ہی بنیاد پر ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ اس کیلئے اس جنگ کی اجتہادی حقیقت اور اس کے فریقین کی مجتہدانہ حیثیت کو ملحوظ رکھنا از بس ضروری ہے۔

وضاحت اس کی یہ ہے کہ یہ جنگ، شامل تو یقیناً خوبی کے ساتھ پیروی میں ہی ہے لیکن پیروی، پیروی میں فرق ہوتا ہے۔ ہر ہر موقع و محل کی پیروی الگ الگ ہوتی ہے قاضی صاحب نے خوبی کے ساتھ پیروی کی "مقلدانہ" بس ایک ہی صورت فرض کرکے اسی پر حضرت معاویہؓ کے خلاف اپنے اس قسم کے عامیانہ سوالات و سبائیانہ استدلالات کی عمارت کھڑی کردی ہے۔ حالانکہ ہم اپنی کتاب "سبائی فتنہ" میں اسی جگہ بتا آئے ہیں کہ امورِ اجتہادیہ میں پیروی، مجتہدانہ بھی ہوتی ہے اور غیر مجتہدانہ بھی۔ پھر غیر مجتہدانہ، محققانہ بھی اور مقلدانہ بھی۔

غیر مجتہدانہ پیروی کا تعلق متبوع کے اقوال و افعال کی ظاہری شکل و صورت کے ساتھ ہوا کرتا ہے یعنی اسمیں غیر مجتہد تابع نے اپنے مجتہد متبوع کے اجتہاد کی ہی پیروی کرنی ہوتی ہے۔ خود اجتہاد نہیں کرنا ہوتا۔ جبکہ مجتہدانہ پیروی کا تعلق تابع و متبوع کی مجتہدانہ حیثیت اور ان کے اقوال و افعال کی اجتہادی حقیقت سے ہوتا ہے۔ یعنی اسمیں مجتہد تابع نے

---

[1] حاشیہ صفحہ ۵۳ پر ملاحظہ فرمائیں

حاشیہ جات از صٓ۴۳ / ۴۴

ص۱ اور یہی اتباع یہاں قاضی صاحب کے نزدیک رضاء الٰہی کی شرط تھی۔ جب حضرت معاویہؓ کی طرف سے یہ اتباع نہ پائی گئی تو شرطِ رضاء نہ پائی گئی۔ جب شرطِ رضاء نہ پائی گئی تو ان کیلئے رضاء الٰہی نہ پائی گئی۔ جب رضاء الٰہی نہ پائی گئی تو نتیجہ ظاہر ہے کہ وہ "رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ" کے مصداق نہ بن سکے۔ قاضی صاحب کا یہ عقیدہ ہے یا نہیں لیکن حضرت معاویہؓ کے خلاف ان کے اس استدلال کا نتیجہ یہی اور یقیناً یہی نکلتا ہے۔

ص۲ وضاحت اس کی یہ ہے کہ ایمان کے علاوہ حضرت علیؓ نے جن دوسرے امور میں اتباع مراد لی ہے، حضرت معاویہؓ نے ان امور میں حضرت علیؓ سے اختلاف کیا ہوگا یا اتفاق۔ اگر اتفاق کیا ہو تو اتباع ظاہر ہے۔ اور اگر اختلاف کیا ہو تو وہ امور، اجتہادی ہوں گے یا غیر اجتہادی، اگر غیر اجتہادی ہوں تو ان میں حضرت معاویہؓ کا اختلاف ثابت ہوجائے تو انکا یہ اختلاف بیشک عدم اتباع ہی کہلائیگا لیکن اس کی کوئی حتمی مثال شاید پیش نہیں کیجاسکتی اور اگر وہ امور، اجتہادی ہوں تو حضرت معاویہؓ کو قاضی صاحب بھی چونکہ مجتہد مانتے ہیں اس لئے ایسے امور میں اس آیت کی رو سے حضرت معاویہؓ پر حضرت علیؓ کی اتباع بالفرض اگر لازم بھی مان لی جائے تو وہ مجتہدانہ ہوگی نہ کہ محض مقلدانہ۔ یعنی اس وقت اتباع ان امور میں اجتہاد کرنے اور اپنے ہی اجتہاد پر عمل کرنے میں ہوگی۔ اس لحاظ سے ایسے امور میں حضرت معاویہؓ کا حضرت علیؓ سے اجتہادی اختلاف کرنا ہی عین اتباع کرنا ہوگا۔ یہاں آپ کی تقلیدی اتباع کا لازم ہونا تو در کنار وہ تو حضرت معاویہؓ کیلئے نفس جائز تک بھی نہ ہوگی۔ تفصیل ہماری کتاب کی فصل سوم میں گذر چکی ہے۔ حق انتخاب کا مسئلہ چونکہ اجتہادی تھا ورنہ قاضی صاحب حضرت معاویہؓ کو ایک اجر بھی نہ دلاتے۔ لہذا یہاں حضرت معاویہؓ پر حضرت علیؓ کی اتباع اگر لازم ہی تھی تو وہ مجتہدانہ تھی محض مقلدانہ نہ تھی اور یہ اتباع انہوں نے کی تھی۔

نمبر۱ واضح ہو کہ قاضی صاحب نے یہاں دوہائی تو مولانا سندیلوی کی تشریح کی دی ہے لیکن بات اپنی کی ہے چنانچہ لکھا ہے
"اور ظاہر ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں، اس لئے بطور خلیفہ راشد ان کے اعمال، حسنہ ہی ہوں گے اور ان کی خلافت کی پالیسی بھی حسنہ ہوگی جسکی پیروی بعد والوں پر لازم ہے" ص۳۹

حالانکہ مولانا سندیلوی کی جس تشریح کی دوہائی قاضی صاحب نے یہاں دی ہے اسمیں قرآن کے چوتھے موعود خلیفہ راشد کی خاص اپنی خلافت پالیسی کی پیروی بعد والوں پر لازم نہیں ہو رہی بلکہ ان کی اس پالیسی کے بارے میں انہی کے بقول بدری مہاجرینؓ و انصارؓ کی پیروی بعد والوں پر لازم ہو رہی ہے۔ قاضی صاحب یا تو مولانا سندیلوی کی تشریح کا ڈھنڈورا نہ پیٹیں یا پھر بات اسی کے مطابق کریں۔ مغالطہ نہ خود کھائیں اور نہ دوسروں کو دیں۔

نیز قاضی صاحب نے یہاں جیسے یہ یاد رکھا ہے کہ قرآن کے موعود چوتھے خلیفہ کی خلافت پالیسی بھی حسنہ ہوگی وہاں انکو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے تھا کہ حسنہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ خالص اجتہادی بھی تھی، جسمیں دوسرے مجتہدین اور ارباب حل و عقد کو اختلاف کرنیکا حق خود قاضی صاحب کے اقرار کے مطابق بھی تھا (خارجی فتنہ ص۵۲۲/ج۱) اجتہادی مواقف تو حسنہ ہی ہوا کرتے ہیں لیکن اختلاف کی صورت میں ان کے محض حسنہ ہونے سے مدمقابل دوسرے مجتہدین پر ان کی پیروی لازم نہیں ہوجایا کرتی، کتنی عجیب بات ہے کہ خود ہی قاضی صاحب، قرآن کے چوتھے موعود خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت پالیسی سے اس دور کے صحابہ کرامؓ کو اختلاف کا حق بھی دیتے ہیں لیکن جب وہ اپنا یہ حق استعمال کرتے ہوئے اختلاف کرتے ہیں تو انپر نصوصِ قرآنیہ و حدیثیہ کی مخالفت کا الزام بھی لگانے لگ جاتے ہیں۔

نمبر۱ لیکن آپ تو عبارۃ النص کے طور پر بالتصریح یہ بتا آئے ہیں کہ دور صحابہؓ میں کسی کو یقینی طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت علیؓ ہی قرآن کے چوتھے موعود خلیفہ راشد ہیں۔ اور نہ حضرت علیؓ کی حیات کے آخری لمحہ تک یہ قطعی فیصلہ ہی ہوسکتا تھا کہ وہی ان

(بقیہ حاشیہ ۵۸ پر)

اپنے مجتہد متبوع کے ہی اجتہاد کی پیروی نہیں کرنی ہوتی بلکہ اس کی طرح خود اجتہاد کرکے اپنے ہی اجتہاد کے مطابق عمل کرنے میں اسکی پیروی کرنی ہوتی ہے۔ اگر ہم چاہیں تو غیر مجتہدانہ پیروی کو "صوری" اور مجتہدانہ کو "معنوی" پیروی بھی کہہ سکتے ہیں۔

مثلاً دیکھئے امام ابو یوسف اور امام محمد (رحمہما اللہ) اپنے استاد امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے صرف فروع میں ہی نہیں بلکہ اصول تک میں بھی اختلاف کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود کہلاتے وہ، امام اعظم ابو حنیفہ کے پیروکار ہی ہیں اس لئے نہیں کہ وہ، امام صاحب کی مقلدانہ پیروی کرتے ہیں بلکہ اس لئے کہ اجتہاد کرنے کرانے میں وہ، ان کے پیروکار ہیں۔

جب امور اجتہادیہ میں کسی متبوع و مقتدا کی اتباع و اقتدا، مجتہدانہ بھی ہوئی اور مقلدانہ و محققانہ بھی تو یہ معلم کرنے کیلئے کہ یہ جنگ صفین، خوبی کے ساتھ پیروی میں شامل ہے یا نہیں؟ پہلے یہ متعین کرنا ہوگا کہ یہاں پیروی کی قسم کونسی ہو سکتی ہے اور پھر اسکی روشنی میں یہ دیکھنا ہوگا کہ یہ جنگ، پیروی کی اس قسم میں شامل ہے یا نہیں؟

سو واضح ہو کہ یہ جنگ قاضی صاحب کے نزدیک بھی خالص اجتہادی تھی اور وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ اس جنگ کے فریقین یعنی حضرت علی المرتضی اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہما) دونوں ہی بزرگ مجتہد تھے۔ نیز وہ یہ بھی تسلیم کر آئے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کو حضرت علیؓ سے اس اختلاف و قتال کا حق بھی تھا (خارجی فتنہ ص ۵۲۲/ ج ۱) اور اجتہادیات کا یہ ضابطہ تو طے شدہ ہے کہ ہر مجتہد پر اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا ہی واجب ہوا کرتا ہے کسی دوسرے مجتہد کے اجتہاد کی پیروی کرنا اس کیلئے جائز ہی نہیں ہوا کرتا۔

ان حقائق و مسلمات کی روشنی میں دیکھا جائے تو جنگ صفین کے معاملہ میں حضرت معاویہؓ پر حضرت علیؓ کی کوئی پیروی اگر لازم ہوئی بھی تھی تو وہ مجتہدانہ پیروی ہی لازم ہوتی تھی غیر مجتہدانہ پیروی لازم نہ ہوتی تھی نہ مقلدانہ اور نہ محققانہ۔ یعنی انہوں نے اس معاملہ میں خود اجتہاد کرکے اپنے ہی اجتہاد پر عمل کرنے میں حضرت علیؓ کی اتباع کرنی تھی ان کے اجتہاد کی محض غیر مجتہدانہ پیروی انہوں نے نہیں کرنی تھی۔ کیونکہ یہ پیروی نہ حضرت معاویہؓ پر لازم تھی اور نہ شرعاً ان کیلئے یہ

آیات (خلافت) کے چوتھے مصداق ہیں بلکہ آخر تک یہ احتمال و اشکال رہا کہ شاید ان کی جگہ کوئی اور صحابیؓ قرآن کا چوتھا موعود خلیفہ راشد ہو۔ ایسی صورت میں آپ، حضرت معاویہؓ جیسے جلیل القدر مجتہد صحابی پر حضرت علیؓ کی پیروی قطعی طور پر کیسے لازم کرتے ہیں؟

نمبر ۲ ہماری گذارش ہے کہ یہاں خوبی کے ساتھ پیروی سے آپ کی کیا مراد ہے؟ اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں حضرت معاویہؓ کو اول تو خود اجتہادی ہی نہ کرنا چاہیئے تھا اور اگر کر ہی لیا تو تھا تو پھر اپنے اجتہاد پر عمل نہ کرنا چاہیئے تھا بلکہ حضرت علیؓ کے اجتہاد کی ہی پیروی کرنی چاہیے تھی۔ تو یہ اصولِ اجتہاد کے بالکل خلاف ہے۔ اگر حضرت معاویہؓ، مجتہد ہو کر بھی ایسا تے تو گناہگار ہوتے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "سبائی فتنہ" از ص ۱۸۱ تا ص ۱۸۶/ ج ۱

اور اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کو بھی حضرت علیؓ کی طرح اپنے اجتہاد میں صواب پر ہی پہونچنا چاہیئے تھا۔ تو یہ نہ مجتہد کے اختیار میں ہوتا ہے اور نہ وہ اسکا مکلف ہی ہوتا ہے۔ وہ تو بس اجتہاد کرنے اور اپنے ہی اجتہاد کے مطابق عمل کرنیکا مختار و مکلف ہوتا ہے۔ حق عند اللہ تک پہونچنا نہ پہونچنا اس کے اختیار میں نہیں ہوتا اگر اسکو اسکا مکلف بنایا جائے تو یہ تکلیف مالا یطاق ہے جو ارشاد ربانی لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا میں منفی ہے۔

اور اگر اس پیروی سے آپ کی مراد یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کو بھی حضرت علیؓ کی طرح خود اجتہاد کرکے انہی کی طرح اپنے ہی اجتہاد کے مطابق عمل کرنا چاہیئے تھا تو یہ پیروی تو انہوں نے حضرت علیؓ کی پوری پوری کی تھی۔ پھر آپ کے نزدیک یہ جنگ خوبی کیساتھ پیروی میں شامل آخر کیوں نہیں؟ اور اگر اس پیروی سے آپ کی مراد اس کے علاوہ کچھ اور ہے تو وہ بیان کریں تاکہ اس کے بارے میں بھی یہ معلوم کیا جاسکے کہ وہ پیروی حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی کی تھی یا نہیں؟

جائز ہی تھی۔ اور مجتہدانہ پیروی انہوں نے حضرت علیؓ کی پوری پوری کی تھی کہ حضرت علیؓ کی اس جنگ کے معاملہ میں خود اجتہاد کے مطابق عمل پیرا بھی رہے تھے۔ چنانچہ خود قاضی صاحب ہی امام نووی اور حضرت مجدد الف ثانی (رحمہما اللہ) کے حوالہ سے یہ لکھ اور ہاں آئے ہیں کہ "صحابہ کرام کے مشاجراتی فریقوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا تھا اور یہی ان پر واجب بھی تھا" (خارجی فتنہ از ص ۵۵۱ تا ۵۵۵/ج ۱)

یعنی جو کچھ انہوں نے کیا یہی کچھ ان پر واجب تھا وہی کچھ انہوں نے کیا۔ لہذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عین جنگ میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ویسے ہی متبع اور پیروکار تھے جیسے کہ مثلاً امام ابو یوسف اور امام محمد (رحمہما اللہ) عین اختلافات میں بھی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پیروکار ہی رہتے ہیں۔ اور یہ جنگ بالکل اسی طرح خوبی کے ساتھ پیروی میں ہی شامل ہے جس طرح مثلاً صاحبین کی اختلافی اجتہادیات، امام ابو حنیفہ کی خوبی کیساتھ پیروی میں ہی شامل ہیں۔

لہذا یہاں سوال وہ نہیں جو قاضی صاحب نے کیا ہے کہ "کیا ان کے ساتھ جنگ کرنا بھی خوبی کیساتھ پیروی میں شامل ہے؟" بلکہ سوال یہاں یہ ہے کہ "کیا ان کے ساتھ یہ اجتہادی جنگ کرنا بھی خوبی کے ساتھ پیروی میں شامل نہیں؟" اگر نہیں تو پھر بتلایا جائے کہ اجتہادی اختلافی مسائل میں مجتہدین پر اگر ایک دوسرے کی پیروی لازم قرار دیدی جائے تو اسکی صورت مجتہدانہ پیروی کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے؟

اور قاضی صاحب کے اپنے ہی مسلمات کے خلاف انکا یہ استفہام انکاری اس طرح ہے کہ

الف: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے خوبی کیساتھ جس پیروی کا وہ یہاں انکار کر رہے ہیں خوبی کے ساتھ اسی پیروی کو وہ خود ہی اپنے اسی استدلال میں رضاء الہی کی شرط بھی قرار دے چکے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ شرط کے فوت ہونے سے مشروط بھی فوت ہوجاتا ہے۔ اب جب قاضی صاحب کے نزدیک یہ جنگ اس پیروی میں شامل نہ ہوئی جو یہاں رضاء الہی کی شرط تھی تو رضاء الہی کی شرط نہ پائی گئی جب رضاء الہی کی یہ شرط نہ پائی گئی تو حضرت معاویہ کیلئے رضاء الہی بھی نہ پائی گئی جب ان کیلئے رضاء الہی نہ پائی گئی تو قاضی صاحب کے ہی استدلال کے بمع جب وہ "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کا مصداق بھی نہ بن سکے۔ حالانکہ قاضی صاحب کو اس پر بھی اصرار ہے کہ وہ حضرت معاویہ کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا مصداق بھی مانتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے جب وہ پیروی ہی نہ پائی گئی جو قاضی صاحب کے نزدیک یہاں رضاء الہی کی شرط تھی تو ان کیلئے تو رضاء الہی پائی ہی نہ گئی پھر وہ رضاء الہی کے بغیر "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کے مصداق کیسے بن گئے؟ جب وہ اس کے مصداق ہی نہ بن سکے تو قاضی صاحب اپنے ہی استدلال کے خلاف انکو اسکا مصداق کیسے مانتے ہیں؟

لہذا قاضی صاحب کو چاہیئے کہ اپنی ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک بات کریں یا تو اس جنگ کو "والذین اتبعوھم باحسان" والی اس اتباع باحسان میں شامل مانیں جسکو وہ یہاں رضاء الہی کی شرط قرار دے رہے ہیں، یا پھر حضرت معاویہؓ کو "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کا مصداق بھی نہ مانیں کیونکہ اس جنگ کو اس اتباع باحسان میں شامل بھی نہ ماننا اور پھر حضرت معاویہؓ کو "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کا مصداق بھی ماننا، یہ دونوں باتیں بیک وقت ایک ہی جگہ ہرگز جمع نہیں ہو سکتیں۔

اس آیت اتباع باحسان سے حضرت معاویہؓ کے خلاف قاضی صاحب کا طرز استدلال اگر وہی رہے جو انہوں نے اپنی کتاب "خارجی فتنہ" میں اختیار کیا اور یہاں دہرایا ہے تو پھر انکو مذکورہ اپنی دونوں باتوں میں سے کسی ایک بات سے لازماً دستبردار ہونا پڑیگا۔ کیونکہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ خوبی کے ساتھ جو پیروی ان کے نزدیک یہاں رضاء الہی کی شرط ہے وہ بھی نہ پائی جائے اور اس کے بغیر حضرت معاویہؓ کو رضاء الہی بھی حاصل ہوجائے۔ اب یہ قاضی صاحب ہی فرمادیں کہ وہ اپنی ان دونوں متضاد باتوں میں سے کس بات سے دستبردار ہونا پسند کریں گے؟

ب: قاضی صاحب کا یہ استفہام انکاری ان کے اپنے ہی مسلمات کے خلاف اس طرح بھی ہے کہ وہ خود ہی اس جنگ کو حق کا ہی ایک فرد، خیر و بھلائی اور کارِ ثواب بھی بتلاتے نیز اس پر انکو حسب حدیث بخاری ایک اجر بھی دلاتے ہیں اس جنگ کا حضرت معاویہؓ کو حق بھی دیتے ہیں اور حضرت علیؓ کی طرح اسمیں انکو بھی حق پر کہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ایک ایسی جنگ جو حق کے دائرے میں ہو، حق کا ہی ایک فرد ہو، خیر و بھلائی ہو، کار ثواب ہو، جنگ کرنے والے کو اسپر اجر ملا ہو، جنگ کرنے والا اس میں حق پر ہو، اس جنگ کا اسکو حق بھی ہو، وہ جنگ بھی اگر خوبی کیساتھ پیروی میں شامل نہیں تو پھر اور کونسی جنگ اسمیں شامل ہوگی؟ اور اگر کوئی جنگ بھی خوبی کیساتھ پیروی میں شامل نہیں ہوسکتی تو قاضی صاحب نے پھر ایسی جنگ کو جو خوبی کے ساتھ پیروی میں شامل نہیں ہوسکتی تھی، حق، خیر و بھلائی، کارِ ثواب اور باعث اجر و ثواب کیوں بتایا؟ حضرت معاویہؓ کو اسکا حق کیوں دیا؟ انکو بھی اسمیں حضرت علیؓ کی طرح حق پر کیوں کہا؟

لہذا یہاں بھی قاضی صاحب ایک بات کریں یا تو اس جنگ کو خوبی کے ساتھ پیروی میں شامل مانیں یا پھر اسکو حق، خیر و بھلائی اور کار ثواب بتانے، نیز اسپر حضرت معاویہؓ کو اجر دلانے، انکو اسکا حق دینے اور حضرت علیؓ کی طرح انکو بھی اس میں حق پر کہنے سے دستبردار ہوجائیں۔ کیونکہ یہ دونوں متضاد باتیں بھی بیک وقت ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ جنگ، خوبی کے ساتھ اس پیروی میں شامل بھی نہ ہو جو یہاں رضاء الٰہی کی شرط ہے اور دوسری طرف وہ حق و خیر و بھلائی اور کار ثواب وغیرہ وغیرہ بھی ہو۔ دیکھئے قاضی صاحب یہاں بھی اپنی ان دونوں باتوں میں سے کس بات سے دستبردار ہونا پسند کرتے ہیں؟

کیا میں نے مظہری استدلال پورا نقل نہیں کیا؟

آگے قاضی صاحب "الجواب" کے نمبر۵ کے تحت لکھتے ہیں کہ

"ابوریحان صاحب نے میری کتاب خارجی فتنہ ص۴۷۶ کی عبارت یہاں تک نقل کی ہے! تو اس صورت میں حضرت معاویہ کے موقف کو کون صحیح کہہ سکتا ہے۔" اور انہوں نے اس کے بعد کی عبارت چھوڑ دی ہے جو حسب ذیل ہے" لیکن اس کے برعکس سندیلوی صاحب تو جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کو بہ نسبت حضرت علیؓ کے اقرب الی الحق لکھ رہے ہیں۔ کیا سندیلوی صاحب قرآن سے معارضہ اور مقابلہ نہیں کررہے؟ مسئلہ حالات کا نہیں مسئلہ نص قرآنی کے تقاضا کا ہے قرآن کا جواب قرآن سے ہونا چاہیے اگر جواب نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے تو حضرت معاویہ کی اجتہادی خطا تسلیم کرکے نص قرآنی کے تقاضا پر عقیدہ رکھیں۔ اسمیں حضرت معاویہؓ کی کوئی تنقیص لازم نہیں آتی بلکہ اجتہادی خطا کی وجہ سے وہ ایک گونہ ثواب کے ہی مستحق ہیں۔ ان حالات میں حضرت معاویہؓ تو معذور تھے لیکن اب سندیلوی صاحب تو معذور نہیں ہیں" (ص۴۷۷) (حق چار یار ص۴۰)

آگے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"اس عبارت کے بعد کیا کوئی ذی فہم اور انصاف پسند شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضرت امیر معاویہؓ کی بے ادبی اور توہین کی ہے اور میں ان کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا مصداق نہیں ٹھہراتا جیسا کہ ابوریحان صاحب مجھ پر بہتان تراشی کر رہے ہیں الخ" (ص۴۰)

اس سلسلے میں پہلی گذارش تو یہ ہے کہ یہاں ایک ہے حضرت معاویہؓ کے خلاف قاضی صاحب کا استدلال اور ایک ہے اس استدلال کی بنیاد پر قاضی صاحب کا سندیلوی صاحب کو الزام۔ حضرت معاویہؓ کے خلاف انکا استدلال توان کی

عبارت "کون صحیح کہہ سکتا ہے" تک یعنی وہاں تک جہاں تک میں نے قاضی صاحب کی عبارت نقل کی ہے۔ ختم ہو گیا ہے۔ اس سے آگے "لیکن اس کے برعکس الخ" سے یعنی اس عبارت سے جسکو بقول قاضی صاحب میں نے چھوڑ دیا ہے الکا وہ الزام شروع ہوتا ہے جو انہوں نے اپنے اوپر والے استدلال کی بنیاد پر سندیلوی صاحب کو دیا ہے۔ میں یہاں "تعبیرات مظہریہ بابت اجتہادی خطا حضرت معاویہ" میں چونکہ حضرت معاویہؓ کے خلاف مظہری استدلال کی تعبیرات کا اصول اہل السنتہ، قواعد واجتہاد اور حضرت معاویہؓ کی شان کے خلاف ہونا بیان کررہا تھا خود مظہری استدلال و مظہری الزام پر بحث نہ کررہا تھا اس لئے یہاں میں نے مظہری استدلال والی وہ عبارت نقل کردی جسکی تعبیر کا اصول اہل السنتہ، قواعد اجتہاد اور حضرت معاویہؓ کی شان کے خلاف ہونا یہاں بیان کرنا مقصود تھا اور مظہری الزام والی وہ عبارت یہاں میں نے نقل نہ کی جسکا مظہری استدلال کی تعبیر سے کچھ بھی تعلق نہ تھا۔

لیکن میں، قاضی صاحب کی اس عبارت سے غافل نہیں ہوں، ایسا نہیں ہے کہ میں نے اسکو بالکل ہی چھوڑ دیا ہے اور اسکو اپنی کتاب میں کہیں بھی نہیں چھیڑا ہے۔ بلکہ میں اسکو بھی اس کے اپنے موقع و محل میں بالتفصیل زیر بحث لایا ہوں۔ میں اپنی کتاب کے افتتاحیہ میں ہی بتا چکا ہوں کہ اصحاب جمل و صفین بالخصوص حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) کے خلاف قاضی صاحب کے دلائل یعنی آیت اتباع باحسان، آیت اولی الامر، آیت استخلاف، آیت تمکین، حدیث قتل عمار، حدیث قتال خوارج، حدیث اجتہاد حاکم، حدیث حسنات وغیرہا، نیز اجماع، قیاس، فضائل اور عبارات اکابر پر مفصل و مدلل گفتگو اور انکا تجزیہ میری کتاب کے دوسرے باب کا موضوع ہے۔ اسی باب میں قاضی صاحب کی اس عبارت کو بھی میں زیر بحث لایا ہوں اور وہاں ہی میں نے تفصیل سے بتایا ہے کہ قرآن سے معارضہ ومقابلہ اگر کر رہے ہیں تو تنہا سندیلوی صاحب ہی کر رہے ہیں یا کہ خود قاضی صاحب بھی؟ اور کتاب کا وہ حصہ اشاعت کیلئے بھی جا چکا ہے۔ اگر قاضی صاحب نے ہمیں اتنی جلدی "کشف سبائیت" میں نہ الجھایا ہوتا تو قارئین، پہلے "سبائی فتنہ" کا دوسرا حصہ ہی ملاحظہ فرما رہے ہوتے۔ اب بھی "کشف سبائیت" سے فارغ ہوتے ہی "سبائی فتنہ" کا دوسرا حصہ قارئین کی خدمت میں انشاء اللہ پیش ہونا شروع ہو جائیگا۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ میں نے یہاں مظہری طرز استدلال اور اس کے اسلوب بیان کو اصول اہل السنتہ اور قواعد اجتہاد کے خلاف بتایا ہے اور وہ یقیناً ایسا ہی ہے۔ مظہری الزام کی جو عبارت قاضی صاحب نے یہاں نقل کی ہے اس سے اس کی اس حیثیت میں رائی کے دانے کے برابر بھی فرق نہیں پڑتا ہے۔ مظہری الزام کی وہ عبارت یہاں نقل کی جائے یا نقل نہ کی جائے، مظہری استدلال اپنے اسلوب بیان اور اپنی ترکیب و تعبیر کے اظہار سے بہر صورت اصول اہل السنتہ اور قواعد اجتہاد کے خلاف ہی قرار پاتا ہے۔ ہم نے اب یہاں قاضی صاحب کی وہ عبارت اسی لئے نقل کی ہے کہ قارئین خود ہی اسکو مظہری استدلال کے ساتھ ملا کر دیکھ لیں کہ کیا اس سے مظہری طرز استدلال کی سبائیت میں کچھ بھی تخفیف ہوتی ہے؟

ہمارے نزدیک حضرت معاویہؓ کے خلاف قاضی صاحب کے اس استدلال کا اسلوب بیان کل بھی اصول اہل السنتہ اور قواعد اجتہاد کے خلاف تھا اور آج بھی اسکی حیثیت وہی ہے۔ اور جب تک قاضی صاحب اپنے طرز استدلال کی اصلاح نہیں کرتے اسوقت تک یہ اصول اہل السنتہ اور قواعد اجتہاد کے خلاف ہی رہے گا۔

قاضی صاحب کو چاہیے کہ وہ حضرت معاویہؓ کے خلاف اپنے اس استدلال کے اسلوب بیان کو ہی نہیں بلکہ حضرت معاویہؓ، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ابو موسی اشعری (رضی اللہ عنہم) کے خلاف اپنے تمام استدلالات کے دیگر تمام تعبیری تسامحات اور لفظی تساہلات کو بھی اصول اہل السنتہ، قواعد اجتہاد اور صحابہؓ کرام کی شان کے مطابق بنانے کی کوشش کریں ان کی موجودہ ہیئت ترکیبیہ و تعبیریہ کو صحیح ثابت کرنے پر زور صرف نہ کریں۔ کیونکہ اس طرح بات، مظہری استدلال کی تعبیری و لفظی سبائیت سے مظہری عقیدے کی سبائیت تک تو پہونچ سکتی ہے لیکن مظہری طرز استدلال و انداز

بیان کی سبائیت مبدل بہ سنیت نہیں ہوسکتی۔

آگے قاضی صاحب نے ابوریحان کی بہتان تراشی کی جو بات کی ہے اس سے متعلق ہم گذشتہ صفحات میں بعنوان "ایک الزام یا بہتان لیکن کس کی جانب سے؟" بتا آئے ہیں کہ ابوریحان نے قاضی صاحب پر یہ بہتان تراشی ہرگز ہرگز نہیں کی بلکہ قاضی صاحب ہی ابوریحان پر اس بہتان تراشی کا بہتان تراش رہے ہیں۔

ہم نے کب کہا ہے کہ یہ غلط ہے؟

اسی سلسلہ کلام میں آگے قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

"اگر میں نے لکھدیا کہ حضرت معاویہؓ نے آخر تک حضرت علیؓ کی اتباع نہیں کی اور آپ نے حضرت علیؓ سے جنگ و قتال کیا تو فرمایئے کیا یہ غلط ہے" (ص ۴۰)

تو عالیجاہ! میں نے آپ کے اس لکھنے کو غلط اور توہین حضرت معاویہؓ پر مشتمل کب کہا ہے؟ میں نے آپ کے اس لکھنے کو غلط کہنے کیلئے تو نقل ہی نہیں کیا بلکہ صرف یہ بتانے کیلئے نقل کیا ہے کہ آپ کے بقول حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی اتباع باحسان نہ کرکے رضاء الہیٰ کی یہ شرط جو پوری نہ کی تھی تو کب تک پوری نہ کی تھی؟ میں نے آپ کی یہ بات نقل کرکے بتادیا کہ آپ کے ہی بقول حضرت معاویہؓ نے رضاء الہیٰ کی یہ شرط آخر تک پوری نہ کی تھی۔ یعنی وہ آخر تک "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کے مصداق نہ بن سکے تھے۔ آپ کے اس لکھنے کو یہاں نقل کرنے سے میرا مقصد فقط اتنا ہی بتانا تھا۔ اس کے غلط یا صحیح ہونے سے یہاں مجھے کوئی غرض نہ تھی نہ میں نے اس سے یہاں کوئی تعرض ہی کیا تھا۔ میری کتاب "سبائی فتنہ جلد اول" کے ص ۸۷ کا ٹھنڈے سبھاؤ سے ایک دفعہ پھر اچھی طرح مطالعہ فرمایئے۔

علاوہ ازیں گذارش ہے کہ بالفرض اگر میں نے آپ کے اس لکھنے کو غلط ہی کہدیا ہوتا تو تب بھی آپ کی محض اتنی بات سے کہ "فرمایئے کیا یہ غلط ہے" اس کا جواب ہرگز نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لئے کہ کسی بات کو غلط کہنے کیلئے ہر وقت اس بات کا فی نفسہ بھی غلط ہونا ہی ضروری نہیں ہوتا بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بات تو فی نفسہ غلط نہیں ہوتی لیکن اس کا استعمال غلط ہوتا ہے، اسکا سباق و سیاق غلط ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے کوئی مقصد غلط ہوتا ہے۔ اس سے لازم آنے والا نتیجہ غلط ہوتا ہے جیسے مثلاً خوارج کا حضرت علیؓ پر اعتراض کرتے ہوئے "ان الحکم الا للہ" کہنا۔ تو اس وقت اس کے اس استعمال، غلط سیاق و سباق اور غلط مقصد و نتیجہ کی وجہ سے اسکو غلط کہدیا جاتا ہے۔ یہ درحقیقت اس بات کو غلط کہنا نہیں ہوتا بلکہ مذکورہ خارجی امور کو غلط کہنا ہوتا ہے۔ یعنی یہ تغلیط، بعینہ نہیں ہوتی بلکہ لغیرہ ہوتی ہے، لہذا ایسے موقع پر اس بات کو غلط کہنے والے کی تغلیط محض اس بات کی فی نفسہ صحت کے حوالہ سے اور صرف اتنی بات کہہ دینے سے نہیں ہوسکتی کہ "فرمایئے کیا یہ غلط ہے" بلکہ اس کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ اسکو غلط کہنے والے نے جن خارجی امور کی وجہ سے اسکو غلط کہا ہے انہی امور کے حوالہ سے اسکا صحیح یا غلط ہونا بیان کیا جائے۔

اس اعتبار سے آپ کے اس لکھنے کو بالفرض اگر میں غلط بھی کہدیتا تو بے جا نہ ہوتا۔ کیونکہ آپ نے اسکو خوارج کے "ان الحکم الا للہ" کی طرح حضرت معاویہؓ کے خلاف استعمال کیا ہے۔ انکو ضرور بالضرور منطی ہی بنانے اور ان کی خطاء اجتہادی کو زیادہ سے زیادہ وزنی کرنے میں اس سے کام لیا ہے۔ اور آپ کی طرف سے اسکا یہ استعمال اور اس کے پیچھے آپ کا یہ مقصد ہمارے نزدیک بلاشبہ غلط ہے۔ اور غلط کام بہرحال غلط ہی ہوا کرتا ہے اور اسکو جب بھی کہا جائے تو غلط ہی کہا جاتا ہے۔

دیکھئے مولانا سراج الحق مچھلی شہری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشاجراتی اجتہادی موقف پر تنقید کرتے ہوئے لکھا تھا کہ "قصاص عثمانؓ لیا جانا عین منشاء نبوی بلکہ منشاء خداوندی تھا، لیکن حضرت علیؓ نے قصاص نہ لیا نہ اس کا ارادہ کیا

بلکہ الٹا قصاص کا مطالبہ کرنے والوں سے جنگ کرنے لگے" (ملخصاً از خارجی فتنہ ص ۱۰۰ حاشیہ ج ۱)

قاضی صاحب نے مولانا مجلی شہری کے اس لکھنے کو "آیت بیعت رضوان کی معنوی تحریف" اور "حضرت علیؓ کی خلافت راشدہ کو مجروح کرنے کی ناپاک کوشش" کہا اور اسپر رد کیا۔ اس کے جواب میں قاضی صاحب کی ہی طرح مولانا مجلی شہری بھی اگر یہ کہنے لگ جائیں "اگر ہیں نے لکھ دیا کہ حضرت علیؓ نے نہ قصاص لیا اور نہ اسکا ارادہ کیا بلکہ الٹا قصاص کا مطالبہ کرنے والوں سے جنگ کرنے لگ گئے، تو فرمائیے کیا یہ غلط ہے" تو قاضی صاحب ہی فرمادیں کہ کیا وہ، مولانا مجلی شہری کے اس جواب سے مطمئن ہو کر انکو آیت بیعت رضوان کی تحریف معنوی اور حضرت علیؓ کی خلافت راشدہ کو مجروح کرنے کی ناپاک کوشش سے بری مان لیں گے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو جو، جواب قاضی صاحب، انکو دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے اپنی مذکورہ بات کا بھی منظور فرمالیں۔

ایسی عظمت شان تو سندیلوی صاحب نے بڑھائی تھی حضرت علیؓ کی پھر اسپر قاضی صاحب اتنے مشتعل کیوں ہوئے؟

اپنی لوپر والی بات پوری کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"لیکن جب میں نے تصریح کردی کہ یہ جنگ حضرت معاویہؓ نے اپنے اجتہاد کی بنا پر کی تھی اور اسمیں ان سے اجتہادی خطا ہوگئی اور اس پر بھی انکو یک گونہ ثواب ملے گا تو کیا اس سے ان کی توہین لازم آتی ہے؟ یا بوجہ مجتہد ہونے کے ان کی عظمت شان بڑھتی ہے"

یہاں دو باتیں قابل غور ہیں۔ ایک تو یہ کہ قاضی صاحب نے حضرت معاویہؓ کی طرف صرف خطاً اجتہادی کی نسبت ہی نہیں کی بلکہ بغاوت، جور، قصور، نافرمانی اور اللہ کے حکم کی مخالفت وغیرہ تک کی نسبت بھی کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کو یہ سب کچھ کہنے سنانے کے باوجود بھی انکو صرف مجتہد کہہ دینے، ان کی اس ساری کارگذاری کو خطاً اجتہادی کا نام دیدینے اور اس پر انکو یک گونہ ثواب دلادینے سے اگر ان کی عظمت شان بڑھتی ہے تو ایسی عظمت شان تو سندیلوی صاحب نے بھی حضرت علیؓ کی بڑھائی تھی کہ ان کی طرف جو کچھ بھی انہوں نے منسوب کیا تھا انکو مجتہد کہہ، مان کر ہی منسوب کیا تھا، بلکہ اس لحاظ سے انکا حضرت علیؓ کی عظمت شان کو بڑھانا، قاضی صاحب کے حضرت معاویہؓ کی عظمت شان کو بڑھانے کی بہ نسبت بڑھ کر تھا کہ قاضی صاحب نے تو حضرت معاویہؓ کے اجتہاد کو خطا کہہ کر اسپر ان کو اکہرا ثواب دلایا ہے جبکہ سندیلوی صاحب نے حضرت علیؓ کے اجتہاد کو خطاً نہ کہا تھا بلکہ اسکو بھی صواب ہی کہہ کر گویا انکو دوہرا ثواب دلوایا تھا (دیکھو اظہار حقیقت ج ۲/ص ۱۹۷، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۱۶، ۴۳۹، ۴۴۳ وغیرہ) پھر قاضی صاحب اس پر اتنے مشتعل اور معترض کیوں ہوئے؟ انکو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت شان کی یہ سندیلوی بڑھوتی کیوں نہ بھائی؟

اور دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ قاضی صاحب کا حضرت معاویہؓ کو مجتہد مخطی کہہ کر اسپر انکو یک گونہ ثواب دلادینا اگر ان کی عظمت شان کو بڑھانے میں موثر ہوسکتا ہے تو انکا حضرت معاویہؓ کی طرف بغاوت و جور، قصور و نافرمانی وغیرہ کو منسوب کرنا ان کی عظمت شان کو گرانے گھٹانے میں کیوں موثر نہیں ہوسکتا؟ اگر قاضی صاحب، حضرت معاویہؓ سے متعلق، خطاً اجتہادی، یک گونہ ثواب اور مجتہد جیسی اپنی تاویلات کو اپنی صفائی میں پیش کرسکتے ہیں تو انکا کوئی بھی مدمقابل، بغاوت، جور، قصور، نافرمانی، اللہ کے حکم کی مخالفت اور از روئے نص قرآنی در حقیقت بالکل ناجائز، جیسی متجاوز عن الحد اور موہم بلکہ موجب توہین و تنقیص ان کی تعبیرات کو ان کی طرف سے حضرت علیؓ کی منقبت نگاری کے بہانے حضرت معاویہؓ کی منقص شماری کے ثبوت میں کیوں پیش نہیں کرسکتا؟

ابوریحان اور کیا چاہتا ہے؟

میری کتاب "سبائی فتنہ" پر اپنے اجمالی تبصرہ کی پہلی قسط کے آخر میں قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

"جب میں نے حضرت معاویہؓ کو بھی قطعی جنتیوں میں شامل کرلیا تو پھر ابوریحان صاحب اور کیا چاہتے ہیں اور وہ یہ کیوں لکھ رہے ہیں کہ الخ" (ص ۴۱)

گذارش خدمت اقدس میں یہ ہے کہ ابوریحان صرف یہ چاہتا ہے کہ

دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہوجا — سراسر موم ہو یا سنگ ہوجا

آپ کا حال اور وہ قال جو "سبائی فتنہ" میں زیر بحث ہے، ایک نہیں۔ میرے حسن ظن کے مطابق آپ کا حال اگر سنی ہے تو مولہ بالا آپ کا قال خالص سبائی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ یا تو اپنا وہ قال بھی اپنے حال کے مطابق کر کے پورے سنی بن جائیں یا پھر اپنے حال کو بھی اپنے اس کے موافق بنا کر پورے سبائی ہوجائیں۔ کچھ سنی اور کچھ سبائی بن کر "آدھا تیتر آدھا بٹیر" کا مصداق نہ بنیں۔ بس میں اتنا کچھ ہی چاہتا ہوں۔

باقی رہا آپ کا یہ لکھنا کہ "میں نے حضرت معاویہؓ کو بھی قطعی جنتیوں میں شامل کرلیا" تو آپ کا یہ شامل کرنا میں خود اپنی کتاب میں اسی جگہ نقل کرچکا ہوں جہاں میں نے انکو رضاء الٰہی سے محروم بتانے والی آپ کی استدلالی تعبیر پر بحث کی ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ حضرت معاویہؓ کے خلاف آپ کے جس استدلال کا نتیجہ میں نے رضاء الٰہی سے ان کی محرومی بتایا ہے آپ کے اس استدلال کا نتیجہ وہی ہے یا نہیں؟ نیز سوال یہ ہے کہ جب آپ حضرت معاویہؓ کو بھی قطعی جنتیوں میں شامل مانتے ہیں تو پھر آیت اتباع باحسان سے ان کے خلاف اپنے استدلال میں ان سے اللہ کی رضاء کو آپ زیر بحث کیوں لائے ہیں؟ ان سے اللہ کی رضاء کو مشروط بالشرط کرنے اور پھر اس شرط کی نفی کرنے کا تکلف یہاں آپ نے کیوں کیا ہے؟ نیز جب آپ حضرت معاویہؓ کو "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کا مصداق مانتے ہیں تو پھر یہاں آپ نے ان کے خلاف ایسا طرزِ استدلال کیوں اپنایا ہے جس کے نتیجہ میں وہ اس کے مصداق نہیں رہتے؟

یہاں تک مظہری تبصرے کی پہلی قسط کا جواب بحمد اللہ مکمل ہوا آگے اسکی دوسری قسط کا جواب انشاء اللہ شروع ہوتا ہے۔ (جاری ہے)

کچھ امیر شریعت نمبر کے بارے میں

قارئین نقیب ختم نبوت و کارکنانِ احرار کو مطلع کیا جاچکا ہے کہ اکتوبر میں بطل حُریت حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے صد سالہ یوم پیدائش کے حوالے سے ایک ضخیم نمبر شائع کیا جارہا ہے۔ مستقل قارئین سے گذارش ہے کہ وہ ادارہ کی طرف سے دی گئی رعایت سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے مبلغ ۵۰/- روپے فوراً منی آرڈر کریں تاکہ یہ تاریخی نمبر انہیں ارسال کیا جاسکے۔

نمبر کی عام قیمت ۱۰۰/- روپے رکھی گئی ہے اور عام خریدار اسے ۸۰/- روپے بھیج کر منگوا سکتے ہیں۔

(ادارہ)

عرفانیات

مولانا عبد الکریم صابر۔ ڈیرہ اسماعیل خاں

نگاہِ عشق میں جب ماسوا ہیں سب بیکار
کوئی نہ اس کی حقیقت سے کر سکا انکار

ہے گنجِ علم و کرم خانۂ بنی ہاشم
خدا نے جس کو بنایا ہے مرکزِ انوار

خطابت کلامِ کلیم و رُخت کلام اللہ
جزاکم اللہ احسنَ جزاء بصد اطوار

خطیبِ اعظمِ ثانی و حق شناسِ عظیم
ہر ایک فرد ہے حق گو بھی صاحبِ اسرار

یہ دار دارِ بنی ہاشم ہے وہ دارِ علوم
کہ ہے جو منبعِ صد فیض و مرکزِ احرار

چہ خط چہ رُخ چہ جبیں لَآ اِلٰہ اِلَّا اللہ
کہ ہیں یہ صاحبِ ابرار و صاحبِ اخیار

بصد عقیدت و با احترام کہہ صابر
"نقیبِ ختمِ نبوت جہاں پناہ بہزار"

۱۹۹۲ء

حضرت علامہ طالوت رحمہ اللہ

ترانۂ احرار

شمشیر ہیں ہم ، تلوار ہیں ہم
اور نوکِ سناں کی دھار ہیں ہم
محمود[1] کی آنکھ کا خار ہیں ہم
اسلام کی تیز کٹار ہیں ہم

احرار ہیں ہم ، احرار ہیں ہم

اشرار نہیں اخیار ہیں ہم
مجبور نہیں مختار ہیں ہم
گفتار نہیں کردار ہیں ہم
اسلام کی تیز کٹار ہیں ہم

احرار ہیں ہم ، احرار ہیں ہم

ہم شیر کی مانند دھاڑیں گے
اور کفر کی چندیا جھاڑیں گے
تبلیغ کا جھنڈا گاڑیں گے
اسلام کی تیز کٹار ہیں ہم

احرار ہیں ہم ، احرار ہیں ہم

---

[1] مرزا بشیر الدین محمود آنجہانی

یہ ٹھیک ہے ہم زردار نہیں
افلاس سے کچھ انکار نہیں
ہاں ہاتھ مگر لاچار نہیں
اسلام کی تیز کٹار ہیں ہم
احرار ہیں ہم ، احرار ہیں ہم

میدان میں کٹنا عار نہیں
اور وقت پہ ہٹنا عار نہیں
ہاں چھا کر چھٹنا عار نہیں
اسلام کی تیز کٹار ہیں ہم
احرار ہیں ہم ، احرار ہیں ہم

خود کاشتہ پودے پھولیں کیوں
اور عیش کے جھولے جھولیں کیوں
ہم طورِ سلف کے بھولیں کیوں
اسلام کی تیز کٹار ہیں ہم
احرار ہیں ہم ، احرار ہیں ہم

حق آخر نصرت پائے گا
اور باطل منہ کی کھائے گا
ہر مسلم کہتا آئے گا
اسلام کی تیز کٹار ہیں ہم
احرار ہیں ہم ، احرار ہیں ہم

منقول از :۔ ترجمانِ احرار ۔ روزنامہ مجاہد ۔ لاہور جلد ۲ ، شمارہ ۶۲ ، ۱۵ اگست ۱۹۳۵ء
مدیر :۔ مولانا مشتاق احمد (منشی فاضل) لدھیانوی نائب مدیر :۔ مولانا غلام نبی (بی اے) ۶۲ ، ۱۵ اگست

سید عطاء المحسن بخاری

گلیشئر

دن کے ڈھلتے ہوا چلی جو گلیشئر میں نہا کے نکلی
جہان نو کا یہ حال دیکھا
اجاڑ سڑکیں
مکان سونے
وہ خشک چہرے
وہ سہمے سہمے
وہ سکڑے سکڑے
وہ سمٹے سمٹے
یوں خالی خالی سے جا رہے تھے
کہ جیسے کافر بروئے داور
بروز محشر

*

عہد ساز قیادت

میں نے فکری رہنمائی اقبالؒ سے حاصل کی۔ ذہنی ولولہ اور خطابت کا رنگ ابو الکلامؒ سے صحافت وشعر کا ملکہ ظفر علی خاںؒ سے، اسی طرح میرے ذہنی محسنوں میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا محمد علی جوہر بھی ہیں۔ جن کی شمشیر نے میرے دل ودماغ پر چشمۂ صافی کا سا اثر کیا، غیرت وجرأت کا سبق میں نے چودھری افضل حق کی صحبت میں رہ کر حاصل کیا جو میرے نزدیک اپنے زمانے کے ابو ذر غفاریؓ تھے۔ اور ان کے بعد دشتِ نجد سے ان سا ایک مجنوں بھی نہیں اٹھا ہے۔

(شورش کاشمیریؒ)

چٹان لاہور ۔ ۱۷-۱-۱۹۶۶

دُعائے صحت :

- جانشینِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ
- ابن امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ اور ان کی اہلیہ محترمہ کئی ماہ سے علیل ہیں
- حضرت امیرِ شریعتؒ کے رفیق مولانا سید فضل الرحمٰن احرار مدظلہٗ (رسولا نوالی) اور ہمارے بہت ہی مخلص ومہربان محترم پروفیسر خالد شبیر احمد صاحب (فیصل آباد) ان دونوں علیل ہیں۔
- ادارہ نقیب کے رکن ابو میمون اللہ بخش احرار کی بیٹی علیل ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کی صحت وعافیت کے لئے خصوصی دعاؤں کا اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

بچوں کا پسندیدہ
رحمانی قاعدہ
اصحابِ رسولؐ کے مبارک نام
تجوید وقرأت کا بے مثال قاعدہ
آسان سے آسان تر
نئی ترتیب نیا انداز
مرتبہ: عبد القدوس فیض
خادمِ قرآن: محمد اجمل خان لغاری میر ہزار خان (مظفر گڑھ)

پروفیسر محمد اکرام تائب
عارف والا

کچھ کر لو نوجوانو!

کوئی کار کر لو چوری کوئی بینک لوٹ ڈالو
"کچھ کر لو نوجوانو! اٹھتی جوانیاں ہیں"
کہیں ہوگیا ہے اغوا کہیں قتل ہوگیا ہے
نیندیں اچاٹ دیتی ایسی کہانیاں ہیں۔
سینہ و سر برہنہ اور پنڈلیاں ہیں عُریاں
"بے غیرتی کی یارو اب زندگانیاں ہیں"
بستہ اٹھا کے نوکر اسکول میں ہے لاتا
یاں تک ہماری پہنچیں اب ناتوانیاں ہیں
اب گاؤں میں بھی یارو پھیلے نہ کیوں موٹاپا
ٹلکوں پہ موٹریں ہیں، برقی مدھانیاں ہیں
شاید کوئی بجٹ پر پیغام ہو خوشی کا
"حصہ میں اب ہمارے یہ شادمانیاں ہیں"
چولے بھی ہیں منقش اور بال بھی بڑھے ہیں
یہ مرد ہیں گویے یا کہ زنانیاں ہیں
کوئی قافلہ سلامت جانے جو نہ تھے دیتے
ٹوٹی ہوئی یہ قبریں ان کی نشانیاں ہیں
اک بادشہ بھکارن کے حسن پہ فدا ہے
"الفت کی بھی جہاں میں کیا حکمرانیاں ہیں"
یہ امتیازِ رنگ و نسل و زبان تائب
اپنے ہی دوستوں کی ریشہ دوانیاں ہیں

حبیب اللہ چیمہ
چیچہ وطنی

چودھویں سالانہ سیرت کانفرنس ربوہ

ایک تاریخ ○ ایک جدوجہد ○ ایک کہانی

ماہِ ربیع الاول کی آمد آمد ہے۔ ہر طرف خوشی کا سماں ہے۔ لیکن ہمارے لئے ۱۲ ربیع الاول ایک نیا ولولہ اور ایک نیا جوش لے کر آتا ہے کہ اس روز ہم منکرینِ ختمِ نبوت کے شہر "ربوہ" میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس منعقد کرتے ہیں اور جلوس نکالتے ہیں۔ نعرۂ تکبیر اور ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج اٹھتی ہے اور دار الکفر والارتداد کے در و دیوار لرز اٹھتے ہیں اور کبھی کبھی ہمارے ساتھ ہم آواز ہو جاتے ہیں۔

ایک وقت تھا جب کسی مسلمان کو ربوہ شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن خداوندِ قدوس حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائے کہ انہوں نے مرزائیت کے خلاف جہاد شروع کیا۔

وہ ۱۹۳۴ء میں قادیان میں داخل ہوئے اور ان کے جانشین ۲ر جون ۱۹۷۵ء کو جوانانِ احرار کا ایک قافلہ لے کر تاریخ میں پہلی بار "ربوہ" میں داخل ہوئے۔ محلہ چھنی میں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد ہوا ابنِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ اور دیگر احرار رہنماؤں نے عقیدہ ختم نبوت اور حیات مسیح علیہ السلام کے موضوع پر گفتگو فرمائی۔ چند مرزائی نوجوانوں نے سوالات کئے لیکن مسکت جواب سُن کر خاموش ہو گئے۔ بلکہ ان پر ہمیشہ کے لئے اوس پڑ گئی۔

۲۸ر جولائی ۱۹۷۵ء کو ڈگری کالج ربوہ کی دیوار کے ساتھ ۲ کنال زمین خریدی گئی غریب احرار کارکنوں نے اس کے عوض دس ہزار روپے کی رقم ادا کی مگر حکومت سے بھیک نہیں مانگی۔

۲۴ر فروری ۱۹۷۶ء کی ایک سرد ترین رات میں بارش کے باوجود اس جگہ کی چار دیواری کی گئی جس کی تعمیر میں ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ اور مولانا محمد اسحٰق سلیمی کی نیادت میں غریب اور بہادر احرار کارکنوں نے مل کر حصہ ڈالا۔

۲۷ر فروری ۱۹۷۶ء کا مبارک جمعۃ المبارک مسجد احرار ربوہ کے سنگِ بنیاد کے لئے تجویز کیا گیا۔

حضرت امیرِ شریعتؒ کے جانشین سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہٗ صبح ساڑھے چار بجے ایک خفیہ راستہ

سے ربوہ کی حدود میں داخل ہو گئے اور ربوہ کی تاریخ میں مسلمانوں کی پہلی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔

پنجاب حکومت نے سات اضلاع کی پولیس تعینات کر رکھی تھی کہ احرار رضا کار "ربوہ" میں داخل نہ ہوسکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ربوہ شہر کو ہر طرف سے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ ہر طرف سے مسلمانوں کے قافلے روکے جا رہے تھے۔ جو لوگ صبح سات بجے سے پہلے پیدل چلے وہ پہنچ گئے اور پچاس ہزار کے قریب مسلمان ربوہ میں داخل نہ ہو سکے مسجد احرار تک پہنچنے والوں کی تعداد ۳ ہزار کے قریب ہے۔

جانشین امیر شریعتؒ نے اجتماع جمعۃ المبارک سے خطاب کیا اور نماز جمعہ سے قبل ہی گرفتار کر لئے گئے۔ اس دوران حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ممبر قومی اسمبلی تشریف لائے اور عوام الناس سے خطاب کیا۔ ان کے بعد فاتح ربوہ ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری نے خطاب کیا اور نماز جمعہ پڑھائی، نماز جمعہ کے بعد آپ کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔

پولیس نے نماز جمعہ کے لئے آنے والوں پر بے گناہ تشدد کیا اور اپنی تربیت کے مطابق ننگی گالیاں بکتے رہے۔ ربوہ کی تاریخ میں مسلمانوں کا یہ پہلا جمعۃ المبارک تھا۔ اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب مسٹر حنیف رامے اور صوبائی وزیر سردار صغیر احمد نے مرزائیوں کو خوش کرنے کے لئے کارکنانِ احرار کی مخالفت کی، مرزائیوں کی حمایت میں گھناؤنا کردار ادا کیا۔ اور اسمبلی میں مرزائیوں کے وکیل صفائی بنتے رہے۔

آج خداوند قدوس کے فضل وکرم سے ربوہ میں مسلمانوں کے کئی ایک مراکز بن چکے ہیں جو فتنۂ مرزائیت کے سینہ میں خنجر احرار کے مصداق پیوست ہیں۔

۱۲ ربیع الاول کو مسجد احرار ربوہ میں سیرت کانفرنس کا انعقاد ہوتا ہے جس میں ملک بھر سے ختم نبوت کے پروانے شرکت کرتے ہیں۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ کی سرپرستی میں زعماء احرار خطاب کرتے ہیں۔

نماز ظہر کے بعد جلوس روانہ ہوتا ہے جو کہ مرزائیوں کے معبد خانوں کے سامنے جا کر رکتا ہے اور وہاں قائدینِ احرار اور علماء اہلِ سنت و کلاء اور طلبہ عقیدہ ختم نبوت پر روشنی ڈالتے ہوئے مرزائیوں کو دعوتِ اسلام دیتے ہیں، ایوانِ محمود کے روبرو فاتح ربوہ ابنِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ کا ولولہ انگیز خطاب ہوتا ہے جو مرزائیوں کو دعوتِ حق کے پیغام سے بھرپور ہوتا ہے۔ جلوس مسجد بخاری پہنچ کر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

امسال بھی ۱۲ ربیع الاول کو اسی جوش و جذبہ کے ساتھ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔

دراصل یہ سب کچھ اکابر احرار اور کارکنان و شہیدانِ احرار کی قربانیوں کا ثمرہ ہے کہ آج کفر و

ارتداد کی سرزمین پر توحید وختم نبوت کے ترانے گونجتے ہیں اور حق آجانے سے باطل فرار ہوجاتا ہے
ستمبر کانفرنس ہمیں انہی قربانیوں کی یاد دلاتی ہے، اللہ تعالیٰ اکابر احرار اور کارکنانِ احرار
کی محنت وقربانی کو قبول فرمائے اور جدوجہد میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

معاصر سے انتخاب

اعترافِ عظمت

آج سب لوگ شہید صدر سے گہرے تعلقات کے دعویدار ہیں لیکن میرے ہاں آپ ان کی تصاویر دیکھئے جن میں آپ کو نہیں صدر صاحب کو نصیحت کرتا اور ڈانٹتا ہوا سمجھا تا نظر آؤں گا۔ وہ صدر نہیں' خلیفۃ المسلمین تھے۔ میں ان کا احتساب اسی تصور سے کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ واپڈا ہاؤس میں وہ' چیئرمین واپڈا جنرل فضل رازق اور میں اپنی یونین کے رفقاء کار کے ساتھ ایک میٹنگ میں شریک تھے۔ کچھ جرنیل بھی موجود تھے۔ ہم نے واپڈا ملازمین کو تنخواہ میں گریڈ ایک سے گریڈ بائیس کے مابین فرق کے بارے میں احتجاج کیا۔ میں نے اپنی بات دہرائی تو صدر صاحب خاموش ہو گئے۔ میں نے کہا: آپ کو صدر نہیں' خلیفۃ المسلمین کی حیثیت میں پوچھ رہا ہوں۔ صدر صاحب تب بھی خاموش رہے تو میں نے غصے میں آکر آگے بڑھ کر ان کو بازو سے پکڑ لیا اور خوب زور سے جھنجھوڑا۔ وہاں موجود جرنیل صاحبان اور میرے ساتھی خورشید احمد اور میاں منیر نے مجھے الگ کیا۔ میٹنگ کے تمام شرکاء دم بخود تھے' ماحول پر خاموشی طاری تھی۔ اچانک صدر صاحب اپنی نشست سے اٹھے اور چیئرمین واپڈا سے کہا: "بختیار جو کہتا ہے' مناسب انداز میں تسلیم کرلو۔" اتنا کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گئے۔

جنرل ضیاء الحق کے مخالفین سے میں پوچھتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ اٹھائیں اور بتائیں کہ اس سے قبل کس حکمران نے عوام کو اس طرح خود سے مخاطب ہونے کی جرات دی تھی؟ شہید صدر کے جسم میں صحیح اسلامی حکمرانوں کی روح بولتی تھی۔

بشیر احمد بختیار رلیبر لیڈر، ہفت روزہ زندگی لاہور ۱۵ تا ۲۱ اگست ۱۹۹۲ء

احرار کی عظمت

احرار کے نقطۂ نگاہ سے لوگوں کو اختلاف ہوسکتا ہے۔ لیکن ان کے اخلاص، ان کے ایثار، ان کی قربانی، ان کی جرأت اور ان کی حب الوطنی پر کوئی شخص انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ سوائے ان لوگوں کے جنہیں ان سے ذاتی بغض ہو، یا جو لوگ اپنی سیاسی نامرادیوں کو چھپانے کے لئے ان کے خلاف زبان درازی اپنا سیاسی مذہب سمجھتے ہیں۔ (غلام محمد خانؒ لونڈ خور)

چٹان لاہور ۱۹۶۲-۱-۱۷

حبیب اللہ رشیدی (ربوہ)

جاپان میں پاکستان کے قادیانی سفیر منصور احمد کو برطرف کیا جائے
پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ (قادیانی) نے
بھی ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا تھا —
قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں۔

(مولانا اللہ یار ارشد)

مجلس احرارِ اسلام کے رہنما اور مسجد احرار ربوہ کے خطیب مولانا اللہ یار ارشد نے گذشتہ دنوں اپنے ایک بیان میں قادیانی منصور احمد کی جاپان میں بطور سفیر تعیناتی پر سخت احتجاج کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت دوغلی پالیسی ترک کر دے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت ایک طرف توہینِ رسالت کے مرتکب کے لئے سزائے موت کا بل پاس کرنا چاہتی ہے اور دوسری طرف توہینِ رسالت کے مرتکب قادیانی افراد کو کلیدی عہدوں پر فائز کر کے دشمنانِ رسول کی سرپرستی کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جاپان میں قادیانی سفیر کی تعیناتی قابلِ مذمت اور حکومت کی حماقت کا بیّن ثبوت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کے لئے انتہائی شرم کی بات ہے کہ ایک غیر مسلم شخص اسلامی ملک کی نمائندگی کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جاپان میں قادیانی سفیر ملک کے مفادات کی بجائے قادیانی مذہب کے مفادات کا تحفظ کر رہا ہے اور جاپان میں پاکستانی سفارت خانہ قادیانی ہیڈکوارٹر معلوم ہوتا ہے۔ مولانا اللہ یار ارشد نے کہا کہ قوم پہلے ہی پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان قادیانی کی اسلام اور وطن دشمن سازشوں کی سزا بھگت چکی ہے۔ اُس نے بھی پوری دنیا کے پاکستانی سفارت خانوں کو قادیانی تبلیغ کا اڈا بنا دیا تھا۔ جب کہ یہی صورت حال جاپان میں پاکستانی سفارت خانے کی ہے کہ وہاں سے کثیر تعداد میں قادیانی لٹریچر تقسیم ہو رہا ہے۔

لہذا ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ قادیانی سفیر منصور احمد کو فوراً برطرف کر کے اس کی جگہ کسی مسلمان سفیر کو متعین کیا جائے۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں پایا جانے والا اضطراب دور کیا جائے۔

جامِ شیریں
خالِص اجزاء ۔ بہتر شربت
کا واحد شربت جس کی تیاری میں پانی کا ایک قطرہ بھی شامل نہیں۔
عام شربت میں پانی اور مصنوعی اجزاء استعمال ہوتے ہیں جبکہ کے جام شیریں
میں خالص اجزاء کے عرقیات استعمال کیے جاتے ہیں۔
خالص اجزاء کے عرقیات کے استعمال کی وجہ سے اس کا ذائقہ منفرد ہے۔ پینے سے طبیعت
بھی بھاری نہیں ہوتی اور دوسرے شربتوں کے مقابلے میں یہ پیاس بڑھاتا نہیں بلکہ پیاس
بجھاتا ہے۔ جام شیریں گرمیوں میں لُو سے بچاتا ہے تسکین بخشتا ہے اور مقوی قلب ہے۔
جام شیریں کی ایک بوتل سے بغیر چینی ملائے ۴۰ گلاس شربت بنایا جا سکتا ہے۔
کا جام شیریں خالص اجزاء ۔ بہتر شربت
شربت
جامِ شیریں
تحقیق کی روایت ۔ معیار کی ضمانت

جب برطانوی سامراج کا آفتاب نصف النہار پر تھا

- انقلاب زندہ باد کہنے سے انگریز اور اس کے جانشینوں کی ہڈیاں انکی قبروں میں چٹخنے لگتی تھیں،
- راست بازوں کے لئے اندھا قانون اور بے خوف انسانوں کے لئے کوڑھی انصاف تھا،
- کاسہ لیسان سرمدی اپنے سینوں پر تمغہ ہائے وفاداری لٹکائے پھرتے تھے،
- فدایان حریت کے لئے حلقہ ہائے زنجیر یا درہ ہائے تعزیر،
- طلبگاران آزادی کی بے سروسامانی پر فرزندان سلطنت کے وحشیانہ قہقہے گونجتے تھے،
- احرار رضا کاروں کے بدن کا گوشت روئی کے گالوں کی طرح اڑتا تھا،
- پیکران عفت کے چہروں پر طمانچوں کی مہریں ثبت تھیں،

یہ انہی دنوں کی سرگزشت ہے

اسلام کے ناموس سپوت، تحریک آزادی کے عظیم مجاہد، فدائے احرار

مولانا محمد گل شیر شہید

رحمۃ اللہ علیہ کے

- سوانح و افکار — احوال و آثار
- سیرت و کردار
- بیمثال جدوجہد
- ولادت تا شہادت

جوان محقق محمد عمر فاروق کے قلم سے ایک تاریخی دستاویز

مقدمہ نگار
- خواجہ خان محمد مدظلہ
- ڈاکٹر انور سدید
- مولانا سید عطاء المحسن بخاری
- مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی،

فلیپ نگار
- احمد ندیم قاسمی
- مولانا محمد اسحٰق بھٹی

نایاب اخباری و سرکاری ریکارڈ سے ماخوذ دستاویزات۔

- مکاتیب و عکس تحریر
- نادر و نایاب تصاویر
- تاریخی منظومات
- نامور شخصیات کا اعتراف عظمت
- انگریزوں کی پشتینی وفاداروں کی خدمات
- اعزازات، خطابات اور زمینوں کی تفصیلات
- مجاہدین آزادی کی خونچکاں سرگزشت، تاریخ کے سربستہ راز اور ان کہی کہانیاں
- پہلی مرتبہ منظر عام پر
- سینکڑوں عنوانات کے گرد گھومتی کہانی
- مؤلف کی دس سالہ محنت کا نچوڑ
- منفرد انداز تحریر میں

- صفحات ۴۰۴
- کمپیوٹر کتابت
- خوبصورت سرورق
- مجلد
- اعلیٰ طباعت
- قیمت ۱۰۰ روپے پیشگی رقم ارسال کرنیوالوں کے لئے خصوصی رعایت سے ۸۵ روپے میں

قریبی بکسٹال یا ہم سے طلب فرمائیں،

بخاری اکیڈمی
دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان پاکستان

(میسون، سیلی کیشنز پل شوالہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان)